رجسٹرڈ ایل نمبر ۲۲۹۶

هُوَ الَّذِيْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ

فاروق قادیان

ایڈیٹر جناب میر قاسم علی احمدی

شرح چندہ
سالانہ۔ معاونین۔ عام۔ طلباء۔ ششماہی

تاریخہائے اشاعت ہر انگریزی ماہ کی ۷-۱۴-۲۱-۲۸

جلد ۲۳ قادیان دارالامان مورخہ ۵ صفر ۱۳۵۷ھ مطابق ۷ اپریل ۱۹۳۸ء نمبر ۱۳

Digitized by Khilafat Library Rabwah

دارالامان کی خبریں

(۱) سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہٖ کی طبیعت ۳۰ مارچ سے ۲ اپریل تک اچھی رہی۔ ۳ و ۴ اپریل کو حرارت اور اعصابی کمزوری سے ناساز رہی۔ آج ۵ اپریل کو نسبتاً آرام ہے۔ احباب حضور کی صحت کامل کے لئے دعا فرماویں۔

(۲) ۵ اپریل حضرت ام المومنین مدظلہا العالی کو خدا تعالیٰ کے فضل سے پہلے کی نسبت آرام ہے۔ لیکن صحت کامل نہیں۔ دعا کی جائے۔

(۳) یکم اپریل کو بعد نماز جمعہ حضور ایدہ اللہ نے مکرم سیٹھ محمد غوث صاحب آف حیدرآباد دکن کی بڑی دختر سعیدہ بیگم مرحومہ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ سیٹھ صاحب کو اس نوجوان لڑکی کی وفات سے بہت صدمہ ہوا ہے۔ ہمیں سیٹھ صاحب اور ان کے تمام خاندان سے اس صدمہ میں دلی ہمدردی ہے۔ خدا تعالےٰ مرحومہ کو جنت الفردوس میں مقام اور تمام پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق بخشے۔ آمین۔ مرحومہ نے کئی چھوٹے بچے چھوڑے ہیں۔ خدا تعالیٰ اُن کا حافظ ہو۔ آمین

(۴) ۲۷ مارچ کو تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان کے پانچویں جماعت سے نویں جماعت تک کے ۳۶۳ طلباء کا امتحان ختم ہوا۔ جن میں سے ۲۹۳ پاس ہوئے۔ ان میں سے ۸۳ لڑکے بورڈنگ تحریک جدید کے تھے۔ جن میں سے ۷۴ پاس ہوئے۔ ۱۱ اپریل تک سکول میں تعطیل کر دی ہے۔ ۱۲ اپریل کو سکول کھلکر جماعت بندی ہوگی۔ نتیجہ ۹۰.۳ فی صدی قابل تعریف ہے۔ (۵) مدرسہ احمدیہ کی جماعت ششم تک چھ جماعتوں کا امتحان ۲۴ مارچ کو ختم ہوا۔ پاس شدہ طلباء کی تعداد ۱۵۵ ہے۔ ۱۱ اپریل کو مدرسہ کھلے گا۔ ۱۰ اپریل کو تمام طلباء قادیان پہنچ جاویں۔ جو ۱۱ اپریل کو حاضر نہ ہوگا۔ اس کا نام کاٹ دیا جائیگا۔ ساتویں جماعت کا امتحان ۲ اپریل سے شروع ہے۔

قادیان آنے جانے والی گاڑیوں کے اوقات

یکم اپریل ۱۹۳۸ء سے بجائے پانچ گاڑیوں کے چار گاڑیاں حسب ذیل وقتوں میں قادیان آیا جایا کریں گی

قادیان سے لاہور

گاڑی	گھنٹہ	منٹ		نوٹ
صبح پہلی گاڑی	۵ بجکر	۵۵ منٹ	قادیان سے چلے گی	سیدھی لاہور جاویگی
	۶ بجکر	۲۵	بٹالہ پہنچیگی	
	۷	۵۰	امرتسر پہنچیگی	
	۹	۰	لاہور پہنچیگی	
دوپہر دوسری گاڑی	۱۲	۲۷	قادیان سے چلیگی	امرتسر میں بدلنی ہوگی
	۱۲	۵۴	بٹالہ پہنچیگی	
	۲	۰	امرتسر پہنچیگی	
	۳	۲۵	لاہور پہنچیگی	
بعد دوپہر تیسری گاڑی	۳	۳۰	قادیان سے چلیگی	بٹالہ میں بدلنی ہوگی
	۴	۰	بٹالہ پہنچیگی	
	۵	۳۲	امرتسر پہنچیگی	
	۶	۵۰	شام لاہور پہنچیگی	
شام چوتھی گاڑی	۶	۱۵	قادیان سے چلیگی	بٹالہ میں بدلنی ہوگی
	۶	۴۵	بٹالہ پہنچیگی	
	۸	۰	رات امرتسر پہنچیگی	
	۹	۲۸	رات لاہور پہنچیگی	

لاہور سے قادیان

گاڑی	وقت	نوٹ
صبح پہلی گاڑی	۵ بجکر ۴۰ پر لاہور سے چلیگی	امرتسر اور بٹالہ میں بدلنی ہوگی
	۶ بجکر ۵۴ امرتسر پہنچیگی	
	امرتسر سے ۸ بجے چلکر ۹ بجکر ۱۵ پر بٹالہ پہنچیگی	
	بٹالہ سے سوا نو بجے چلکر ۹ بجکر ۴۰ پر قادیان پہنچیگی	
صبح دوسری گاڑی	۸ بجکر ۳۵ پر لاہور سے چلے گی۔	امرتسر میں بدلنی ہوگی
	۹ بجکر ۳۳ امرتسر پہنچے گی	
	امرتسر سے ۱۰ بجکر ۵ منٹ پر چلکر ۱۱ بجکر ۲۷ پر بٹالہ پہنچیگی	
	بٹالہ سے ۱۱ بجکر ۳۴ پر چلکر ۱۲ بجکر ۵ پر قادیان پہنچیگی	
قبل دوپہر تیسری گاڑی	۱۱ بجکر ۵۰ منٹ پر لاہور سے چلیگی	امرتسر اور بٹالہ میں بدلنی ہوگی
	۱ بجے دوپہر کو امرتسر پہنچے گی	
	امرتسر سے ۲ بجکر ۱۰ پر چلکر ۳ بجکر ۶ پر بٹالہ پہنچیگی	
	بٹالہ سے ۴ بجکر ۵۴ پر چلکر سوا پانچ بجے قادیان پہنچیگی	
بعد دوپہر چوتھی گاڑی	۴ بجکر ۴۰ منٹ پر لاہور سے چلیگی	بٹالہ میں بدلنی ہوگی
	۶ بجکر ۸ امرتسر پہنچے گی	
	۷ بجکر ۳۴ بٹالہ پہنچے گی	
	بٹالہ سے ۸ بجکر ۶ پر چلکر ۸ بجکر ۳۳ پر قادیان پہنچیگی	

ارشاد الامیر

(از حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی)

کسی صاحب نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہٖ کی خدمت میں چند سوالات بغرض جواب لکھ کر بھیجے۔ جو معہ جواب ذیل میں نقل کئے جاتے ہیں

سوال (۱) دن کے خواب میں بہ نسبت رات کے خواب کے کونسی خصوصیت ہے؟

جواب۔ حقیقتاً کوئی فرق نہیں۔ ہاں دن کا خواب عام لوگوں میں زیادہ تر پریشان ہوتا ہے۔ یعنی بوجہ دن کے شور کے دماغی خواب ہوتا ہے۔ رات کے خواب پر زیادہ یقین کیا جا سکتا ہے۔ مگر اولیاء اللہ کے دن رات برابر ہوتے ہیں۔ کیونکہ ان کو آسمانی خواب پہچاننے کا ملکہ ہوتا ہے

(۲) خواب میں سانپ کی کیا تعبیر ہے؟

جواب۔ دشمن۔ شیطان۔ پیٹ کے لمبے کیڑے۔

(۳) کیا موت کا وقت خدا نے مقرر کر دیا ہے؟

جواب۔ وقت مقرر ہے بھی اور نہیں بھی۔ یعنی قانون نیچر کے ماتحت مقرر ہے۔ اور بعض حدود کے اندر اسی قانون اور قانون شریعت کے ماتحت بڑھ بھی جاتا ہے اور گھٹ بھی جاتا ہے۔ جیسے ہر جوتے ہر کپڑے کی ایک عمر ہوتی ہے۔ اچھے اور بُرے استعمال سے بڑھ بھی جاتی ہے۔ عمر میں زائد امر یہ ہے۔ کہ قانون شریعت کے ماتحت بھی وہ بڑھ گھٹ جاتی ہے۔

(۴) کیا ہر احمدی کے لئے شادی کرنا فرض ہے؟

جواب۔ الٰہی حکم ہے۔ اس لئے ضروری ہے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

سلسلہ کی خبریں

لڑکیوں کو ترکہ سے حصہ دینا فرض ہے

ناظر صاحب تعلیم و تربیت احباب کو توجہ دلاتے ہیں۔ کہ شریعت اسلامیہ میں جہاں لڑکے کا حصہ ترکہ میں مقرر کیا گیا ہے۔ وہاں لڑکی کے لئے بھی حصہ مقرر ہے۔ اور اسے محروم الارث نہیں رہنے دیا گیا۔ مگر یہ امر قابلِ افسوس ہے۔ کہ پنجاب میں عملاً لڑکیوں کو بالکل محروم رکھا جاتا ہے۔ اور ایسے مسلمانوں کی مثال شاذ کے طور پر ملتی ہے۔ کہ جو لڑکوں کے ساتھ لڑکیوں کا حصہ بھی ترکہ سے نکالتے ہیں۔

سلسلہ احمدیہ کے قیام کی غرض یہ ہے۔ کہ شریعت اسلامیہ کو دنیا میں قائم کیا جائے۔ چنانچہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ مشہور الہام ہے۔ کہ "یحیی الدین ویقیم الشریعة"۔ یعنی مسیح موعود دین کو زندہ کرے گا۔ اور شریعت کو قائم کرے گا۔ لہذا احمدی احباب کا فرض ہے۔ کہ وہ خدا کے اس فریضہ کی طرف خاص توجہ دیں۔ اور جن جماعتوں نے سیدنا حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز کے ارشاد پر لڑکیوں کو ترکہ سے حصہ دینے کے متعلق عملی طور پر کارروائی شروع کر دی ہے۔ وہ رپورٹ فرمائیں۔ یہ امر نظارت ہذا کے علم میں ہے۔ کہ جماعت کے ایک حصہ کی توجہ اس فریضہ کی طرف ہے۔ اور وہ شرعی تقسیم کے مطابق لڑکی کا حصہ نکالتے ہیں۔ مگر اس تحریک کا منشاء یہ ہے۔ کہ احمدی احباب میں سے ایک بھی فرد ایسا نہیں ہونا چاہیئے۔ جو اس فریضہ سے غفلت برتے۔ امید ہے تمام جماعتیں خاص توجہ سے اس بارہ میں کارروائی کریں گی۔ اور رپورٹ بھجوائیں گی۔

تحریک جدید کا چندہ ساتھ کے ساتھ بھیجتے رہیں

فنانشل سکرٹری تحریک جدید مندرجہ ذیل اعلان کرتے ہیں۔ کہ حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:۔

"چونکہ تحریک جدید کو اپنے کاموں کے لئے فوراً روپیہ کی ضرورت ہے۔ سکرٹریوں کو ہدایت کی جاتی ہے۔ کہ وہ رقم جمع نہ رکھیں۔ بلکہ ساتھ کے ساتھ فنانشل سکرٹری کے نام بھجواتے جائیں"۔

حضور ایدہ اللہ تعالےٰ نے اپنا دو ہزار روپیہ چندہ تحریک جدید سال چہارم اس فوری ضرورت کے پیشِ نظر داخلِ خزانہ فرما دیا ہے۔

جزاھم اللہ احسن الجزاء فی الدنیا والآخرۃ

حضور کا یہ اسوہ جماعت کے سامنے رکھتے ہوئے درخواست کی جاتی ہے۔ کہ وعدہ کرنے والے وہ مخلصین جو حضور ایدہ اللہ تعالےٰ کی تقلید میں اپنی سعادت سمجھتے ہیں۔ اور یہ یقین رکھتے ہیں۔ کہ سلسلہ کی ضروریات سب سے مقدم ہیں۔ انہیں اپنے اوپر مالی مشکلات وارد کرتے ہوئے بھی اپنے وعدوں کو سو فیصدی جلد پورا کرنا چاہیئے۔ تاکہ تحریک جدید کے کام میں کسی قسم کی روک پیدا نہ ہو۔

موصیوں کو حصہ آمد کا بقایا معاف نہیں ہوگا

سکرٹری صاحب مقبرہ بہشتی اطلاع دیتے ہیں کہ ایک موصی حصہ آمد کی درخواست معافی بقایا پر حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے حسب ذیل ارشاد فرمایا:۔

"وصیت کی معافی کا حق مجھے بھی حاصل نہیں۔ یہ تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بنایا ہوا قانون ہے۔ اور الٰہی حکم سے ہی تھا۔ میں ان چندوں کو معاف کر سکتا ہوں۔ اور کر دیتا ہوں۔ جو میری طرف سے مقرر کئے جائیں۔ یا بڑھائے جائیں"۔

امید ہے۔ کہ آئندہ دوست اس اعلان کو پڑھ کر ایسی درخواست پیش کرنے کی جرأت نہ کرینگے۔ اور اپنے اپنے تمام بقایاجات دورانِ سال میں ادا فرما دیں گے۔ ورنہ مجبوراً ماہ اپریل کے بعد ایسے موصی صاحبان جن کے ذمہ چھ ماہ یا اس سے زائد عرصہ کا بقایا ہوگا۔ منسوخی کے لئے مجلس کارپردازی ان کے نام پیش کر دیئے جائیں گے پھر ایسے موصیوں کو شکوہ کرنے کا کوئی حق نہ ہوگا۔ ایسے اعلان متعدد دفعہ ہو چکے ہیں۔

قابل شادی لڑکے اور لڑکیوں کی فہرستیں جلد بھیج دیں

ناظر صاحب امور عامہ تیسری دفعہ یاددہانی کرتے ہیں۔ کہ مجلس مشاورت میں پیش ہونے والے ایک معاملہ کے سلسلہ میں بعض جماعتوں کو خطوط لکھے گئے تھے۔ کہ وہ اپنی جماعت کے قابل شادی لڑکے اور لڑکیوں کی فہرستیں بعد تکمیل ۳۱ مارچ تک نظارت امور عامہ میں بھجوا دیں۔ ۱۷ مارچ کو اس بارہ میں یاددہانی بھی کرائی گئی تھی۔ مگر ابھی تک مطلوبہ فہرستیں مندرجہ ذیل جماعتوں کی طرف سے نظارت ہذا میں نہیں پہنچیں۔ لہذا اعلان کیا جاتا ہے۔ کہ ۷ اپریل ۱۹۳۸ء تک ضرور ایسی فہرستیں بھجوا کر شکریہ کا موقع دیا جائے

(۱) لائل پور (۲) لاہور (۳) امرت سر (۴) بٹالہ (۵) گجرات (۶) پشاور (۷) سیالکوٹ (۸) فیروزپور (۹) ملتان۔ (۱۰) منٹگمری (۱۱) دہلی (۱۲) جالندھر۔

تحریک جدید کے چندہ کی بناء پر مستقل چندوں کی ادائیگی میں کوتاہی ہرگز نہ ہو

ناظر صاحب بیت المال اعلان کرتے ہیں۔ کہ تحریک جدید کے چندہ کی تحریک کے ابتداء میں بھی اور جلسہ سالانہ ۱۹۳۵ء کے موقع پر بھی حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے بوضاحت فرما دیا تھا۔ کہ "تحریک جدید میں صرف ان ہی لوگوں کا چندہ لیا جائیگا۔ جو اپنے (فریضہ چندہ کے) بقائے ادا کر دیں گے۔ اور مستقل چندہ بھی پوری شرح سے دیں گے"۔ پھر اسی تقریر میں فرمایا۔ کہ "تحریک جدید کو ہم کتنی ہی ضروری قرار دیں۔ یہ لازمی بات ہے۔ کہ اگر اس تحریک کا اثر پہلے کاموں کے خلاف پڑے تو پھر اس کا کوئی فائدہ نہیں ہو سکتا۔ اور اگر ہم سر العزیز والا کام کریں۔ تو سلسلہ کو بجائے فائدہ کے نقصان پہنچاتے رہیں گے"۔

لہذا اس اعلان کے ذریعہ احباب جماعت کو توجہ دلائی جاتی ہے۔ کہ اگر کوئی شخص تحریک جدید کے چندوں کو تو ادا کر رہا ہو۔ اور فریضہ چندوں کا تارک ہے۔ یا نادہند یا بقایا دار ہے۔ (بقایا دار کی تعریف شہری جماعت کا تین ماہ کا چندہ نہ دینے والا اور زمیندار دو فصل کا) تو وہ بہت جلد اپنے اپنے بقائے سالِ حال کے ختم ہونے سے پہلے یعنی ۳۰ اپریل ۱۹۳۸ء تک ادا کر دے۔ ورنہ اس کے بعد ایسے لوگوں کی فہرست حضرت امیر المؤمنین کے حضور پیش کر دی جائیگی۔ ہر جماعت کے سکرٹری صاحبان کا فرض ہے۔ کہ میرے اس اعلان کو پڑھ کر سنا دے۔ اور ذہن نشین کرا دے۔

والی ریاست پٹیالہ کی وفات پر تعزیت کا تار

گذشتہ ہفتہ کا ایک نہایت افسوسناک واقعہ مہاراجہ بہادر پٹیالہ کی وفات ہے۔ نظارت امور عامہ نے ان کی وفات پر حسب ذیل تعزیت کا تار موجودہ مہاراجہ بہادر کی خدمت میں ارسال کیا ہے۔

جماعت احمدیہ اور اس کے امام حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کو ہز ہائی نس مہاراجہ بہادر پٹیالہ کی اندوہناک وفات کی خبر سنکر نہایت رنج ہوا۔ ان کے قابل یادگار عہد میں تمام جماعتوں کو امن اور خوشحالی حاصل رہی ہے۔ براہ مہربانی اس صدمہ میں ہماری دلی ہمدردی قبول فرمائیں۔

سکرٹری صدر انجمن احمدیہ قادیان

فاروق کے متعلق نئی تجاویز

حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے جلسہ سالانہ پر فاروق کے متعلق جو پروگرام ارشاد فرمایا تھا۔ اس پر خدا کے فضل سے فاروق اپنی بساط اور علم کے مطابق شروع سال ۱۹۳۸ء سے عمل کر رہا ہے۔ لیکن اس سہ ماہی میں فاروق کے خریدار سابقہ و جدید ملا کر ابھی تک صرف ۲۱۵ ہوئے ہیں۔ جو موجودہ حالت میں بھی فاروق کے اخراجات پورے نہیں کر سکتے۔ بایں ہمہ میں بتوفیق ایزدی اس سے گھبراتا نہیں ہوں۔ مجھے یقین کامل ہے۔ کہ انشاءاللہ فاروق حضور ایدہ اللہ تعالےٰ کی فرمودہ تجاویز پر عمل پیرا رہنے سے ضرور ترقی کرے گا۔ اور احباب حضور کی تحریک متعلق فاروق کو جو جلسہ سالانہ پر فرمائی تھی۔ اپنا فرض سمجھ کر کامیاب کرنے کا دل و جان سے ارادہ کریں گے۔ فاروق کے متعلق میری خواہش ہے۔ کہ جتنی مجھ میں طاقت ہے۔ وہ سب میں فاروق کو حسب منشاء حضور مفید اخبار بنانے میں صرف کر دوں۔ تاکہ فاروق بموجب ارشاد حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ الفضل روزانہ کا سنڈے ایڈیشن کے طور پر ہی نکلتا رہے۔ آمین۔

پہلی تجویز اس کے متعلق یہ ہے۔ کہ موجودہ خریداران اگر کم از کم ایک ایک جدید خریدار پیشگی چندہ ادا کرنے والے پیدا کر دیں۔ تو فاروق پانچ سو خریدار ہو جانے پر بجائے ۱۲ صفحہ کے ۱۶ صفحہ کا ہفتہ وار اسی کاغذ و لکھائی و چھپائی و سائز پر نکلا کرے۔ اور چندہ میں بھی کوئی اضافہ نہ کیا جاوے۔ یہی موجودہ چندہ مبلغ پانچ روپیہ سالانہ اور ڈھائی روپیہ ششماہی رہے گا۔

دوسری تجویز یہ ہے۔ کہ پانسو سے زائد خریدار ہو جانے پر یعنی جب سات سو خریدار ہو جائیں۔ تو اسکا سالانہ چندہ بھی کم کر دیا جائے۔ جو بجائے پانچ روپیہ سالانہ کے چار روپیہ سالانہ اور اڑھائی روپیہ ششماہی کے دو روپیہ چار آنہ ششماہی ہوگا۔

اب یہ ہمدردان فاروق کی ہمت ہے۔ کہ وہ اپنے قومی پرچہ کے لئے صرف اضافہ خریداران کے ذریعہ ترقی کرنے کا ذریعہ بن جائیں۔ اور پانسو خریدار پیدا کر دینے کوئی بڑی بات نہیں ہے۔ صرف ارادہ اور تھوڑی کوشش کی ضرورت ہے۔ پانسو ہو جانے پر پھر سات سو کے واسطے بھی آسان تجویز عرض کروں گا۔ خدا آپ کے دلوں میں اس کا احساس پیدا کر کے آپ کو مستحق اجر و مشکوری بنائے آمین

فاروق مفت۔ جو دوست پانچ ایسے خریدار عطا کریں۔ جن کا چندہ وصول ہو جائے۔ تو اس دوست کو اتنے عرصہ [illegible]

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

فاروق

فاروق مورخہ ۷ اپریل ۱۹۳۸ء

خطبہ عید الاضحیہ

۱۱ فروری ۱۹۳۸ء

فرمودہ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ

سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:۔

چونکہ اس ہفتہ میں لاہور کے کالجوں کے احمدی طالب علموں کے آنے کی وجہ سے مجھے گلے کی تکلیف کے باوجود ایک لمبی تقریر کرنی پڑی۔ اسلئے اسدن سے میرا گلا بہت ہی بیٹھا ہوا ہے۔ اور جلسہ سالانہ کے بعد کی گلے کی تکلیف میں جو کمی ہوئی تھی۔ اس میں پھر اضافہ ہو گیا ہے۔ اس وجہ سے شاید میں اپنی آواز دوسروں تک اچھی طرح نہ پہنچا سکوں۔ یا شاید ایک حصہ تک بالکل ہی نہ پہنچا سکوں۔ اور پھر آج تو دو خطبوں کا دن ہے۔ یعنی عید اور جمعہ دونوں جمع ہو گئے ہیں۔

رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ بات ثابت ہے۔ کہ آپ نے فرمایا۔ جب جمعہ اور عید جمع ہو جائیں۔ تو اجازت ہے۔ کہ جو لوگ چاہیں جمعہ کی بجائے ظہر کی نماز ادا کر لیں۔ مگر فرمایا۔ ہم تو جمعہ ہی پڑھیں گے۔ کل بھی میرے پاس ایک مفتی صاحب کا فتویٰ آیا تھا۔ کہ بعض دوست کہتے ہیں۔ اگر جمعہ کی بجائے ظہر کی نماز ہو جائے۔ تو قربانیوں میں ہم کو سہولت ہو جائیگی۔ اور انہوں نے اس قسم کی حدیثیں لکھ کر ساتھ ساتھ ہی بھجوا دی تھیں۔ میں نے اُن کو یہی جواب دیا تھا۔ کہ اس میں کوئی شبہ نہیں۔ جمعہ اور عید جب جمع ہو جائیں۔ تو جمعہ کی بجائے ظہر کی نماز پڑھنے کی اجازت ہے۔ مگر ہم تو وہی کریں گے۔ جو رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیا۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا۔ اگر کوئی جمعہ کی بجائے ظہر پڑھنا چاہے تو اسے اجازت ہے۔ مگر ہم تو جمعہ ہی پڑھیں گے میں نے انہیں کہا۔ میں بھی یہی کہتا ہوں۔ کہ جو شخص چاہے آج جمعہ کی بجائے ظہر پڑھ لے۔ مگر جو ظہر پڑھنا چاہتا ہے۔ وہ مجھے کیوں مجبور کرتا ہے۔ کہ میں بھی جمعہ نہ پڑھوں میں تو وہی کہوں گا۔ جو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ ہم جمعہ ہی پڑھیں گے۔

ایک دفعہ ہمارے نانا جان حضرت میر ناصر نواب صاحب مرحوم نے کہیں حدیث میں دیکھا۔ کہ گوہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے دستر خوان پر کھائی گئی تھی۔ چونکہ وہ احمدیت سے پہلے اہلحدیث میں شامل تھے۔ اسلئے ان کے دل میں یہ جوش رہتا تھا۔ کہ ہر حدیث پر عمل کیا جائے۔ چنانچہ انہوں نے لوگوں پر زور دینا شروع کر دیا۔ کہ گوہ کھانی چاہیئے۔ اور انہوں نے اس بات پر اتنا زور دیا کہ اچھی خاصی تبلیغ ہو گئی۔ مجھے بھی ایک دفعہ انہوں نے پندرہ بیس منٹ تک خوب تبلیغ کی۔ اور پھر ہماری نانی اماں صاحبہ مرحومہ سے گھر میں گوہ پکوائی۔ تو مجھے بھی کہا گہ کھاؤ۔ میں نے اسوقت ان کے اصرار پر ارادہ کیا۔ کہ گوہ کا گوشت کھا کر دیکھوں۔ مگر اسے دیکھکر مجھے کراہت آئی۔ اور میں واپس لوٹ آیا۔ ان دنوں کچھ دنوں تک وہ حدیث کی کتاب نانا صاحب مرحوم اپنے ساتھ رکھتے تھے۔ اور جو بھی ملتا اسے دکھاتے۔ اور پھر پوچھتے۔ کہ جب رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے دستر خوان پر یہ کھائی گئی ہے۔ تو تم کیوں نہیں کھاتے۔ ایک دفعہ انہوں نے مجھے وہ حدیث کی کتاب دی۔ اور حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا۔ اور کہا۔ جب اس حدیث سے ثابت ہے کہ گوہ کا گوشت کھانا جائز ہے۔ تو آپ کو اس کے کھانے پر کوئی اعتراض تو نہیں یہ وہ حدیث تھی۔ جس کے ایک حصہ میں آتا ہے۔ کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے جب وہ پیش کی گئی۔ تو آپ نے فرمایا۔ ہمارے ملک میں چونکہ اس کے کھانے کا رواج نہیں۔ اس لئے میں نہیں کھاتا۔ اگر اور کوئی کھانا چاہے تو بے شک کھا لے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے پاس جب میں یہ حدیث لے کر گیا۔ اور میر صاحب کی بات کا آپ سے ذکر کیا۔ تو آپ نے فرمایا۔ میں اس حصے پر عمل کرتا ہوں۔ میر صاحب دوسرے حصہ پر عمل کر لیں۔ یہی میں نے بھی انہیں جواب دیا۔ کہ میں اس پر عمل کرتا ہوں۔ جس میں آتا ہے۔ کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ہم جمعہ ہی پڑھیں گے۔ اور اگر کوئی دوسرے حصہ پر عمل کرنا چاہتا ہے۔ تو وہ اس حصہ پر عمل کرے۔ مگر وہ مجھے کیوں مجبور کرنا چاہتا ہے۔ کہ میں بھی دوسرے حصہ پر عمل کروں۔

تو آج دو عیدیں جمع ہیں۔ ہمارے ملک کی ایک پنجابی مثل ہے۔ کہ دو دو تے چوپڑیاں۔ چونکہ خدا تعالےٰ کے دین کا بندہ بخیل بھی نہیں کر سکتا۔ اور وہ اپنے بخل کو دوسرے کی طرف منسوب کر دیتا ہے۔ اسلئے ہمارے ملک میں یہ مثل ہے۔ کہ دو دو تے چوپڑیاں یعنی ایک تو دو دو روٹیوں کی خواہش رکھنا۔ اور پھر یہ بھی کہنا۔ کہ ان پر گھی بھی لگا ہوا ہو۔ حالانکہ گھی والی تو ایک ہی روٹی کافی ہوا کرتی ہے۔ مگر دیکھو ہمارا رب کیسا سخی ہے۔ کہ اس نے ہمیں دو دو دیں۔ اور پھر چپڑی ہوئی دیں۔ یعنی جمعہ بھی آیا۔ اور عید الاضحیہ بھی آئی۔ اور اس طرح دو عیدیں خدا تعالےٰ نے ہمارے لئے جمع کر دیں۔ اب جس کو دو دو چپڑی ہوئی چپاتیاں ملیں۔ وہ ایک کو رد کیوں کرے گا۔ وہ تو دونوں لے گا۔ سوائے اس کے کہ اسے کوئی خاص مجبوری پیش آ جائے۔ اور اسی لئے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اجازت دی ہے۔ کہ اگر کوئی مجبور ہو کر ظہر کی نماز پڑھ لے جمعہ نہ پڑھے تو دوسرے کو نہیں چاہیئے۔ کہ اس پر طعن کرے۔ اور اگر بعض لوگ ایسے ہوں۔ جنہیں دونوں نمازیں ادا کرنے کی توفیق ہو۔ تو دوسرے کو نہیں چاہیئے۔ کہ ان پر اعتراض کرے۔ کہ انہوں نے رخصت سے فائدہ نہ اٹھایا۔

پس اللہ تعالےٰ کے فضل سے آج ہمارے لئے دو عیدیں جمع ہیں۔ جن میں سے پہلی عید تو ہم پڑھ چکے ہیں۔ اور اس کا تتمہ خطبہ کے ذریعہ ادا کر رہے ہیں۔

یہ عید ایک ایسی قربانی کی یادگار ہے۔ جس نے ہم کو دو نہایت اعلیٰ درجہ کے سبق دیئے ہیں۔ مگر اس وقت میرے مضمون سے چونکہ ان دو سبقوں کا ہی تعلق ہے۔ اس لئے میرے مضمون کے لحاظ سے اس عید نے ہمیں دو اعلیٰ درجہ کے سبق دیئے ہیں۔ ایک تو یہ سبق دیا ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ کے راستہ میں بندہ کو قربانی کرنے میں کبھی بخل سے کام نہیں لینا چاہیئے۔ اور دوسرا سبق یہ دیا ہے۔ کہ خدا تعالےٰ کے رستہ میں سچی قربانی کرنے والا کبھی ضائع نہیں ہوتا۔ اللہ تعالےٰ کے رستہ میں قربانی پیش کرنے کی جرأت اور اس میں فراخ حوصلگی کی مثال تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ہے کہ بڑھاپے کی عمر میں جبکہ آپ نوے سال کے ہو چکے تھے۔ آپ کو ایک بچہ ملتا ہے۔ یہ نہیں کہ آپ کو اس بچہ کی خواہش نہ تھی۔ اس لئے کہ آپ نے کئی شادیاں محض نرینہ اولاد کے حصول کے لئے کیں۔ چنانچہ دو تو حُر عورتوں سے شادی کی۔ جن میں سے ایک حضرت سارہ اور ایک حضرت ہاجرہ تھیں۔ ان کے علاوہ بعض لونڈیوں سے بھی آپ نے شادی کی۔ اور اس نیت اور اس ارادہ سے کی۔ کہ کوئی بچہ پیدا ہو۔ میں نے حضرت ہاجرہؓ کے متعلق کہا ہے۔ کہ وہ حُر تھیں۔ اور یہ عیسوی تاریخ اور بائیبل کے خلاف ہے۔ عیسائی تاریخ انہیں آزاد قرار نہیں دیتی۔ بلکہ کہتی ہے۔ کہ وہ لونڈی تھیں۔ لیکن خود بائیبل کے ہی بعض واقعات اسے غلط قرار دے رہے ہیں۔ کیونکہ بائیبل نے حضرت اسمٰعیلؑ اور حضرت اسحٰق کی اولاد کا جو مقام تجویز کیا ہے۔ اس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دوسری اولاد کو شامل نہیں کیا۔ اگر حضرت ہاجرہ لونڈی ہوتیں۔ تو بائیبل ان کی اولاد سے وہی سلوک کیوں نہ کرتی۔ جو اس نے دوسری بیویوں کی اولاد سے کیا۔ درحقیقت عیسائی مؤرخین کو حضرت ہاجرہؓ سے بغض تھا۔ اور اسی بغض کی وجہ سے انہوں نے آپ کو لونڈی قرار دیا۔ اور چونکہ جھوٹے الزام ہمیشہ الزام لگانے والوں پر لوٹ پڑا کرتے ہیں۔ اس لئے ہم دیکھتے ہیں کہ انہوں نے تو حضرت ہاجرہ پر یہ الزام لگایا۔ کہ وہ مصر کی لونڈی تھیں۔ اور خدا تعالےٰ نے اس کی پاداش میں اس قوم کو کئی سو سال تک حضرت ہاجرہؓ کی قوم کا غلام بنا دیا۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وقت ان کی حالت بالکل غلاموں کی طرح تھی۔ اور وہ حضرت ہاجرہ کی قوم کے ماتحت تھے۔ تو حضرت ہاجرہ اور حضرت سارہ دو بیویاں آزادوں میں سے تھیں۔ اور حضرت ہاجرہ رضی تو شہزادی تھیں۔ چنانچہ مصر کے شاہی خاندان کے افراد نے اس وجہ سے کہ انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نیکی اور بعض نشانات دیکھے۔ اپنی لڑکی حضرت ابراہیم علیہ السلام سے بیاہ دی تھی۔ لیکن پرانے زمانہ میں قاعدہ تھا۔ اور اب بھی ہندوؤں میں ہے۔ کہ وہ پہلی بیوی کو اصل بیوی قرار دیتے ہیں۔ اور دوسری بیویوں کے متعلق کہتے ہیں۔ کہ وہ اس کے ماتحت ہیں۔ چنانچہ مسلمانوں اور ہندوؤں میں ایک فرق یہ بھی ہے۔ کہ مسلمان تمام بیویوں کو یکساں قرار دیتے ہیں۔ مگر ہندو لوگ صرف پہلی بیوی کو بیوی سمجھتے ہیں۔ اور دوسری بیویوں کو اس کا ماتحت قرار دیتے ہیں۔ مسلمانوں میں بھی جہاں ہندوانہ رسوم کا اثر ہے۔ جب کسی شخص کی دو بیویاں ہوں۔ تو اس کی عزیز پہلی بیوی کے متعلق تو یہ کہتے ہیں۔ کہ یہ بیاہی ہے۔ اور دوسری بیوی کے متعلق تو یہ کہتے ہیں۔ کہ وہ نکاحی ہے۔ حالانکہ جو بیاہی بیوی ہوتی ہے۔ وہ نکاحی بھی ہوتی ہے۔ اور جسے نکاحی کہتے ہیں وہ بھی بیاہی ہوتی ہے۔ مگر وہ ان الفاظ سے دونوں میں فرق کرتے۔ اور یہ بتلاتے ہیں کہ ایک ان میں سے اصل بیوی ہے۔ اور دوسری بعد کی بیوی ہے۔ مگر اسلام نے اس امتیاز کو بالکل مٹا دیا ہے۔ اور سب بیویوں کا حق برابر تسلیم کیا ہے۔ لیکن پہلے زمانے میں بڑی بیوی کو فوقیت دی جاتی تھی یعنی گھر کی مالکہ صرف وہی سمجھی جاتی تھی۔ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے باوجود بڑی خواہش بڑے ارادوں اور بڑے چاؤ کے ساتھ شادی کرنے کے بچہ پیدا ہونے کے بعد جب دیکھا۔ کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مجھے حکم ملا ہے۔ کہ میں اس کو اس کی راہ میں قربان کر دوں۔ تو وہ فوراً اس کو قربان کرنے کے لئے آمادہ ہو گئے۔ چنانچہ انہوں نے رویا دیکھا تھا۔ کہ میں اپنے بیٹے اسمٰعیل کو ذبح کر رہا ہوں۔ وہ یہ رؤیا دیکھتے ہی اسباب پر آمادہ ہو گئے۔ کہ میں اسمٰعیل کو ذبح کر دوں۔ حالانکہ ذبح کرنے سے مراد اسمٰعیل کو چھری سے ذبح کرنا نہیں تھا۔ بلکہ اس کا مطلب یہ تھا۔ کہ اسے مکہ کی بے آب و گیاہ وادی میں جا کر چھوڑ آؤ۔ یہی ان کے خواب کی تعبیر تھی۔ اور یہی بات اللہ تعالےٰ نے اُن کو بتائی تھی۔ مگر چونکہ تعبیر اپنے وقت پر ظاہر ہوا کرتی ہے۔ اسلئے ان کا خیال اس وقت اس طرف نہیں گیا۔ کہ اللہ تعالےٰ اس خواب کے ذریعہ مجھے یہ بتا رہا ہے۔ کہ ایک دن تم اپنے اکلوتے بیٹے سے وہ معاملہ کرو گے۔ جو ذبح کرنے کے مترادف ہے۔ اور ہمارے حکم کے ماتحت تمہیں اُسے ایک

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ایسے علاقہ میں چھوڑ کر آنا پڑے گا۔ جہاں میلوں میل تک نہ کھانے کا کوئی سامان ہوگا۔ نہ پینے کا۔ انہوں نے اس خواب کو ظاہری رنگ میں پورا کرنے کے لئے اپنے بیٹے کو گرا دیا۔ اور چاہا کہ اسے ذبح کرکے اللہ تعالےٰ کے منشاء کو پورا کردیں۔ مگر اللہ تعالےٰ نے انہیں الہاماً فرمایا۔ کہ جانے دو۔ تم نے تو ظاہری شکل میں بھی خواب پوری کردی۔ لیکن انسان دوسرے کی باتوں کو سنکر اُن جذبات اور احساسات کا قیاس نہیں کرسکتا۔ جو دوسرے کے دل میں پیدا ہوئے ہوتے ہیں۔ اگر اپنی کسی کی مرغی بھی مرجائے۔ تو اُسے جتنا درد ہوتا ہے۔ اُتنا درد اسے دوسرے کے اکلوتے بیٹے کی وفات کی خبر سنکر نہیں ہوتا۔ بلکہ حقیقت یہ ہے۔ کہ دنیا میں بہت سے لوگ دوسرے کے غم کی نقل کرکے اس سے ہمدردی کرتے ہیں۔ اُن کے دل میں کوئی رنج نہیں ہوتا۔ اگر وہ سامنے آجائینگے۔ تو رونے والی شکل بنالیں گے اور ہمدردی کے چند الفاظ اپنے منہ سے نکال دینگے۔ لیکن ان کے دل غم کے جذبات سے بالکل خالی ہونگے۔ اس کے مقابلہ میں اگر ان کی اپنی چھوٹی سے چھوٹی چیز بھی ضائع ہوجائے۔ تو وہ اس کے صدمہ کو برداشت نہیں کرسکتے۔ ہمارے ملک میں ایک قصہ مشہور ہے کہ کوئی چوہڑی تھی۔ جو بادشاہ کے گھر میں صفائی کیا کرتی تھی۔ ایک دفعہ جب وہ شاہی محل سے باہر نکلی۔ تو ڈیوڑھی کے اندر کھڑے ہوکر اس کی دیوار سے سر لگا کر اس نے رونا شروع کردیا۔ اور اس درد اور کرب کے ساتھ روئی کہ باہر جو دربان کھڑے تھے۔ انہوں نے سمجھا۔ کہ شاہی خاندان میں کوئی موت واقعہ ہوگئی ہے۔ چنانچہ اس خیال پر انہوں نے بھی بغیر سوچے سمجھے رونا شروع کردیا۔ اور دیوار سے لگ کر جھوٹی ہچکیاں لینی شروع کردیں۔ تاکہ ایسا نہ ہو۔ کہ ان کے متعلق یہ سمجھا جائے۔ کہ وہ نمک حرام ہیں۔ اُن کو روتے دیکھکر اوروں نے رونا شروع کردیا۔ پھر اوروں نے۔ یہاں تک کہ درباریوں تک یہ ہدایت پہنچ گئی۔ چونکہ درباریوں کو یہ حکم ہوتا ہے۔ کہ جب شاہی خاندان میں کوئی موت واقع ہو۔ تو سیاہ لباس پہن کر آؤ۔ اس لئے وہ دوڑ دوڑ کر اپنے گھر گئے۔ اور ہر ایک کالا لباس پہن کر دربار میں سر نیچے جھکا کر بیٹھ گیا۔ اور آنکھوں کے آگے رومال رکھ لیا۔ تا یہ معلوم ہو۔ کہ وہ رو رہا ہے مگر جو سب سے بڑا وزیر تھا۔ وہ کچھ سمجھدار تھا۔ وہ بغیر سیاہ لباس پہنے دربار میں آ بیٹھا۔ اور اس نے پاس والے سے پوچھا۔ کہ کیا حادثہ ہوا ہے؟ اس نے کہا۔ مجھے تو پتہ نہیں۔ ساتھ والے کو پتہ ہوگا۔ میں نے اسے ماتمی لباس میں بیٹھا دیکھا تھا۔ میں بھی پہنکر آگیا۔ کہ شاید شاہی خاندان میں کوئی حادثہ ہوا ہے اُس سے پوچھا گیا۔ تو اس نے آگے سے اپنے پاس والے کا حوالہ دیا۔ اور اُس نے تیسرے کا اور اُس نے چوتھے کا۔ آخر دربانوں تک نوبت پہنچی۔ اور انہوں نے چوہڑی کا حوالہ دیا۔ جب اُسے بلا کر پوچھا گیا۔ تو اس نے بتایا۔ کہ اللہ رکھے قلعہ میں تو ہر طرح خیریت ہے۔ بات یہ ہے۔ کہ میں نے ایک سؤر کا بچہ پال رکھا تھا۔ آج صبح وہ مرگیا۔ صفائی کا وقت قریب تھا۔ اس لئے میں جلدی سے محلات میں آگئی۔ اور جذبات کو دبائے رکھا۔ لیکن جب محل سے باہر آئی۔ تو مجھ سے برداشت نہ ہوسکا۔ اور ڈیوڑھی میں مجھے رونا آگیا۔

اب وہ جذبات اس چوہڑی کے دل میں دبے ہوئے تھے۔ وہ چونکہ انہیں نکال نہیں سکی تھی۔ اس لئے جب تک وہ صفائی میں مشغول رہی۔ جذبات دبے رہے۔ مگر جب اس کا کام ختم ہوگیا۔ اور اس کے اعصاب ڈھیلے پڑ گئے۔ تو اس نے بے تاب ہوکر رونا شروع کردیا۔ اور باقیوں نے اس کی بیتابی کو دیکھکر یہ قیاس کیا۔ کہ اس قدر غم کسی بڑے حادثہ پر ہی ہوسکتا ہے۔ اور اسکی نقل میں رونی صورت بناکر چیخنا شروع کردیا۔ اور انہوں نے سمجھا۔ کہ شائد بادشاہ یا اسکی بیگم مرگئی ہے۔ مگر بہرحال اُن کا رونا مصنوعی رونا تھا۔ اور اس چوہڑی کا رونا حقیقی رونا تھا۔ کیونکہ سؤرنی کا بچہ چوہڑی کا اپنا تھا۔ اور اس کے مرنے پر اس نے حقیقی درد محسوس کیا۔ مگر دربان اور درباری گو بادشاہ یا اس کی ملکہ یا کسی شہزادے کو رو رہے تھے۔ مگر اُن کا رونا مصنوعی تھا۔ کیونکہ بادشاہ یا ملکہ سے اُن کا حقیقی تعلق نہیں تھا۔

تو اپنی قلیل سے قلیل تکلیف بھی بڑی معلوم ہوتی ہے۔ اور دوسرے کی بڑی سے بڑی تکلیف بھی چھوٹی معلوم ہوتی ہے۔ ہمارے یہاں کی ایک مثال ہے غالباً اب بھی وہ دوست یہاں بیٹھے ہونگے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وہ پرانے صحابی ہیں۔ ایک دفعہ یہاں کسی قسم کا جھگڑا ہوگیا۔ اور احمدیوں نے شکایت کی۔ کہ بعض ہندوؤں نے اُن پر آوازے کسے ہیں۔ اور فساد کرانا چاہا ہے۔ میں نے اس کی تحقیق کرانی چاہی۔ کہ آیا واقعہ میں ایسا ہوا ہے یا نہیں۔ تا اگر یہ بات درست ثابت ہو۔ تو اُن ہندوؤں کو سمجھا دیا جائے۔ یا اپنے دوستوں کو سمجھایا جائے۔ اس وقت تک ابھی ہندوؤں سے ہمارے تعلقات اچھے تھے۔ اور میری غرض اس تحقیق سے یہ تھی۔ کہ جس کا قصور ثابت ہو۔ اسے سمجھایا جائے۔ چونکہ کسی دوست سے معلوم ہوا۔ کہ وہ اس موقعہ پر موجود تھے۔ اور وہ واقعہ کے عینی گواہ ہیں۔ میں نے انہیں بلایا۔ اور کہا۔ کہ اس قسم کا واقعہ کیا آپ کے سامنے ہوا ہے۔ انہوں نے سمجھا۔ شائد میں اس واقعہ کو سنکر بہت گھبرا گیا ہوں۔ اور ہندوؤں کے دو تین نعروں نے مجھے پریشان کردیا ہے۔ چنانچہ وہ کہنے لگے۔ ان باتوں کی پرواہ نہیں کرنی چاہیئے ہمارے ساتھ تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں اس سے بڑے بڑے واقعات پیش آتے رہے ہیں۔ میں نے اُن کی یہ بات سن کر اُن سے پوچھا۔ کہ سنایئے کیا کیا واقعات آپ سے گذرے ہیں۔ اس پر انہوں نے مرزا نظام الدین صاحب کا جو ہمارے چچا تھے۔ ایک واقعہ بیان کیا۔ مرزا نظام الدین صاحب چونکہ سلسلہ کے مخالف تھے۔ بلکہ وہ اپنے جدّی حقوق کی حفاظت کے خیال سے احمدیوں سے بعض دفعہ معمولی معمولی باتوں پر لڑجھگڑ لیتے تھے۔ مثلاً یہی کہ فلاں جگہ سے مٹی نہیں لینے دینی۔ فلاں جگہ چارپائیاں نہیں بچھانے دینی۔ خیر تو ان دوست نے یہ واقعہ سنایا کہ ایک دفعہ ہم کسی احمدی کے مکان کے لئے تالاب سے مٹی کھود رہے تھے۔ گدھے کھڑے تھے۔ اور اُن پر مٹی لادی جارہی تھی۔ کہ ہم نے دیکھا۔ مرزا نظام الدین صاحب چلے آرہے ہیں۔ اور انہوں نے آتے ہی غصہ سے کہا۔ کہ کون ہے جو یہاں سے مٹی اٹھا رہا ہے۔ بس ان کا یہ کہنا تھا۔ کہ باقی تو سب بھاگ گئے۔ مگر میں کھڑا رہا۔ اور میں نے اپنا نام لے کر کہا۔ کہ اے فلاں شخص آج تیرے ایمان کی آزمائش کا وقت آگیا۔ چنانچہ میں ایک دیوار کے نیچے بیٹھ گیا۔ اور میں نے خدا تعالےٰ سے کہا۔ اے خدا وہ جو تیرے رسول پر غارِ حرا میں وقت آیا تھا۔ بس وہی وقت آج مجھ پر آگیا ہے۔ اب تو اسی طرح میری مدد کر۔ جس طرح اس دن ہمارے رسول کی مدد کی تھی۔ اب کجا غارِ حرا کا واقعہ اور کجا یہ واقعہ انہوں نے زیادہ سے زیادہ یہی کرنا تھا۔ کہ گدھے چھین لینے تھے۔ اور مٹی کھودنے سے روک دینا تھا۔ بھلا اس کا غارِ حرا کے اس واقعہ سے کیا تعلق۔ جہاں اسلام اور جماعت اسلام کی موت کا سوال تھا۔ لوگ یونہی کہ شہیدوں میں ملنا کہتے ہیں۔ مگر یہاں تو اتنی بات بھی نہیں تھی۔ مگر اس بے چارے نے اپنے دل گردہ کے مطابق اسے ہی غارِ حرا کا واقعہ سمجھا۔ اور خدا تعالےٰ سے دعا کرنی شروع کردی۔ کہ اے خدا آج پھر وہی وقت آگیا ہے۔ جو تیرے رسول پر غارِ حرا میں آیا تھا غرض یہ واقعہ سنا کر وہ دوست کہنے لگے۔ کہ بس جی اللہ تعالےٰ نے دعا سُن لی۔ اور وہی معجزہ غارِ حرا والا دکھا دیا (اصل میں تو واقعہ غارِ ثور کا ہے۔ لیکن عوام میں غارِ حرا کے واقعہ سے مشہور ہے۔ اس لئے اس دوست نے اپنے علم کی بناء پر اسے غارِ حرا کا واقعہ ہی کہدیا) اور مرزا صاحب واپس چلے گئے۔ اور مجھے کچھ نہ کہا۔ شائد اللہ تعالےٰ نے ان کی آنکھوں پر تصرف کرلیا۔ اور انہیں میں نظر ہی نہیں آیا۔

اب دیکھو اپنی کتنی سی چھوٹی تکلیف رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے غارِ ثور والے واقعہ کے برابر نظر آنے لگی۔ حالانکہ ان قربانیوں کے مقابلہ میں جو رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیں۔ اس بے چارے کی قربانی تو الگ رہی۔ ہم میں سے جسے سب سے زیادہ قربانیاں کرنے کا موقعہ ملا ہے۔ اس کی قربانیاں بھی کوئی حقیقت نہیں رکھتیں۔ لیکن چونکہ اپنی تکلیف ہمیشہ بڑی معلوم ہوتی ہے۔ اس لئے انہوں نے اپنی ایک معمولی سی تکلیف کو اتنی بڑی اہمیت دیدی۔

تو انسان اپنی چھوٹی سی تکلیف کو بھی بہت بڑا محسوس کرتا ہے۔ اور دوسرے کی بہت بڑی تکلیف کو بھی معمولی خیال کرتا ہے۔ سوائے اس کے کہ دل میں عشق ہو۔ اور محبت کے جذبات دل میں کام کررہے ہوں۔ کیونکہ جہاں عشق ہو۔ وہاں انسان اپنی تکلیف کو معمولی خیال کرتا۔ مگر اپنے محبوب کی ایک معمولی بلکہ خیالی تکلیف کو بھی بہت بڑی تکلیف محسوس کرتا ہے۔

مجھے ہمیشہ حیرت ہوا کرتی ہے۔ اور میں اپنے دل میں کہا کرتا ہوں۔ کہ الٰہی تیری بھی عجیب قدرت ہے۔ کہ تونے کس طرح لوگوں کے دلوں میں میری نسبت محبت کے جذبات پیدا کردیئے۔ کہ جب کبھی سفر میں باہر جانے کا موقعہ ملے۔ اور میں گھوڑے پر سوار ہوں تو ایک نہ ایک نوجوان حفاظت اور خدمت کے خیال سے میرے گھوڑے کے ساتھ پیدل چلتا جاتا ہے اور جب گھوڑے سے اترتا ہوں۔ تو وہ فوراً آگے بڑھ کر میرے پاؤں دبانے لگ جاتا ہے۔ اور کہتا ہے۔ حضور تھک گئے ہونگے۔ میں خیال کیا کرتا ہوں کہ میں تو گھوڑے پر سوار آیا۔ اور یہ گھوڑے کے ساتھ پیدل چلتا آیا۔ مگر اس محبت کی وجہ سے جو اسے میرے ساتھ ہے۔ اس کو یہ خیال ہی نہیں آتا۔ کہ یہ تو گھوڑے پر سوار تھے۔ یہ کس طرح تھکے ہوں گے۔ اور وہ یہی سمجھتا ہے۔ کہ گویا گھوڑے پر وہ سوار تھا۔ اور پیدل میں چلتا آیا۔ چنانچہ میرے اصرار کرنے کے باوجود کہ میں نہیں تھکا۔ میں تو گھوڑے پر آرہا ہوں۔ وہ یہی کہتا چلا جاتا ہے۔ کہ نہیں حضور تھک گئے ہوں گے۔ مجھے خدمت کا موقعہ دیا جائے۔ اور پاؤں دبانے لگ جاتا ہے۔ تو جہاں محبت ہو۔ وہاں اپنی تکلیف انسان کو کم نظر آتی ہے۔ اور اپنے محبوب کی تکلیف بہت زیادہ دکھائی دیتی ہے۔ لیکن عام حالات میں اپنی تکلیف زیادہ محسوس ہوتی ہے۔ اور دوسرے کی تکلیف کم محسوس ہوتی ہے۔

رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک صحابی تھے۔ اُن کو فریب سے کفار نے گرفتار کرلیا۔ اور چونکہ ان کے ہاتھ سے مکہ والوں کا کوئی عزیز مارا گیا تھا۔ اس لئے گرفتار کرکے انہیں مکہ والوں کے ہاتھ فروخت کردیا۔ انہوں نے چاہا کہ اپنے اس عزیز کے بدلے اس صحابی کو تکلیف دے دے کر ماریں۔ چند دن انہیں قید میں رکھا۔ اور جب ایک دن انہوں نے چاہا۔ کہ آپ کو شہید کردیں۔ اور قتل کی تیاری کرنے لگے۔ تو اس وقت انہوں نے یہ سمجھ کر کہ یہ بہت ڈرا ہوا ہوگا۔ اس صحابی سے پوچھا۔ کہ کیا تمہارا دل چاہتا ہے۔ کہ اس وقت محمد (صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم) تمہاری جگہ ہوتے۔ اور تم آرام سے مدینہ میں اپنے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بیوی بچوں میں بیٹھے ہوئے ہوتے۔ انہوں نے کہا تم یہ کہتے ہو۔ کہ کیا تمہیں یہ پسند ہے۔ کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم یہاں ہوں۔ اور میں مدینہ میں اپنی بیوی بچوں میں آرام سے بیٹھا ہوا ہوں۔ لیکن مجھے تو یہ بھی پسند نہیں۔ کہ میں اپنے گھر میں آرام سے بیٹھا ہوا ہوں۔ اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو مدینہ کی گلیوں میں چلتے ہوئے کوئی کانٹا بھی چبھ جائے ؛ اب دیکھو۔ اس صحابی کو اپنی تکلیف اس وقت یاد نہ رہی۔ بلکہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی محبت اور آپ کے عشق میں مدہوش ہونے کی وجہ سے آپ کی ایک خیالی تکلیف نے اسے بے چین کر دیا ؛

اسی طرح اور ہزاروں واقعات صحابہ رض کی زندگی میں ملتے ہیں۔ کہ احد کی جنگ میں ایک صحابی سخت زخمی ہوئے۔ یہاں تک کہ ان کی موت کا وقت بالکل قریب آگیا۔ اتفاقاً ایک صحابی جو زخمیوں کی دیکھ بھال میں مصروف تھے۔ اُن کے پاس پہنچے اور پوچھا گھر میں کوئی پیغام دینا ہے۔ تو مجھے دیدو۔ تم خود ہی سوچو۔ ایسی تکلیف کی گھڑی میں لوگ کس طرح کراہتے اور چیختے چلاتے ہیں۔ ہائے میں مر گیا۔ ہائے کوئی دوا دینے والا بھی نہیں۔ یہی الفاظ ہوتے ہیں۔ جو اُن کے منہ سے نکل رہے ہوتے ہیں۔ مگر وہاں نہ مرہم پٹی کا سامان ہے۔ نہ ڈاکٹر ہیں۔ نہ دوائیاں ہیں۔ نہ سٹریچر ہیں۔ نہ ہسپتال ہیں۔ نہ پچکاریاں ہیں۔ نہ مشک اور عنبر ہیں۔ پتھریلی زمین میں پڑا ہوا ایک انسان خاک و خون میں تڑپ رہا ہے۔ وہ جانتا ہے۔ کہ میں عنقریب مرنے والا ہوں۔ اس کی تکلیف اپنی انتہاء کو پہنچی ہوئی ہے۔ جس کی شدت کا اس امر سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ کہ ایک تندرست انسان بھی مٹی پر لیٹے۔ تو اسے نیچے سے کنکر وغیرہ چبھتے ہیں۔ مگر وہ زخمی تھا۔ اور سر سے لیکر پیر تک زخمی تھا۔ اور اس زمین پر تڑپ رہا تھا۔ جو پتھریلی تھی۔ اور جس پر جابجا کنکر اور پتھر پڑے ہوئے تھے۔ اس کا جسم اس وقت ٹکڑے ٹکڑے تھا۔ اور اس کی رُوح عنقریب اپنے جسم خاکی سے پرواز کرنیوالی تھی۔ کہ ایسی نازک حالت میں ایک صحابی آتا ہے اور اس سے پوچھتا ہے۔ بھائی! کوئی حاجت ہے تو بتا دو۔ وہ اپنے ہاتھ آگے بڑھاتا۔ اور اس سے مصافحہ کرتا ہے۔ اور کہتا ہے۔ میں دل میں یہی خواہش کر رہا تھا۔ کہ کاش اس وقت کوئی مسلمان ملے۔ جو میرا ایک پیغام میرے رشتہ داروں تک پہنچا دے۔ سو خدا کا شکر ہے۔ کہ تم مل گئے۔ لو سنو۔ میرا یہ پیغام میرے عزیزوں تک پہنچا دینا۔ کہ اے میرے عزیزو! محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم خدا تعالےٰ کی ایک بہترین امانت ہیں۔ جب تک ہم زندہ رہے ہم نے اس امانت کو سنبھال کر رکھنے کی کوشش کی۔ اب ہم چلے ہیں۔ اور وہ امانت تمہارے سپرد ہو رہی ہے۔ میں امید کرتا ہوں۔ کہ تم اپنی جانیں قربان کر کے بھی اس امانت کی حفاظت کروگے۔ اور یہ کہکر ان کی جان نکل گئی ؛

اب دیکھو سخت کنکریلی اور پتھریلی زمین پر ایک زخمی انسان پڑا ہے۔ وہ سر سے لے کر پیر تک زخمی ہے۔ وہ انتہائی تکلیف میں مبتلا ہے وہ موت کے قریب پہنچ چکا ہے۔ اس کا تمام خون اس کے جسم سے نکل چکا ہے۔ مگر ایسی حالت میں بھی اسے اپنی تکلیف کا خیال نہیں آتا۔ اگر آتا ہے۔ تو یہی کہ محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم جو مدینہ میں اپنے دوستوں اور خیر خواہوں میں جائیں گے۔ ان کی حفاظت اور اطاعت میں کوئی کمی نہ ہو۔ تو عشق اور محبت میں انسان اپنی بڑی تکلیف کو بھی معمولی سمجھتا اور اپنے محبوب کی خیالی تکلیف کو بھی بہت بڑا سمجھتا ہے۔ مگر جہاں عشق نہ ہو۔ وہاں انسان دوسرے کی بڑی سے بڑی تکلیف بھی محسوس نہیں کرتا۔ اسی لئے بہت سے لوگ دُنیا میں ایسے ہیں۔ جب وہ سنتے ہیں۔ کہ ابراہیم ؑ نے اپنے اکلوتے بیٹے کی گردن پر چھری رکھدی۔ ابراہیم ؑ نے اپنی بیوی اور اپنے اکلوتے بیٹے کو ایک بے آب و گیاہ جنگل میں خدا تعالےٰ کے حکم کے ماتحت چھوڑ دیا۔ تو اُن کے دلوں میں کوئی احساس پیدا نہیں ہوتا۔ وہ کہتے ہیں۔ کیا ہوا۔ اگر ابراہیم ؑ نے یہ قربانی کر دی۔ وہ سمجھتے ہیں بے شک ابراہیم ایک اچھا آدمی تھا۔ اور اس نے نیکی کا ثبوت دیا۔ مگر ان کے جذبات کو اتنی بھی ٹھیس نہیں لگتی۔ جتنی ٹھیس اس وقت لگتی ہے۔ جب وہ اپنی مرغی کسی کے لئے ذبح کرتے ہیں۔ کیونکہ وہ اُن کی اپنی چیز ہوتی ہے۔ اور اُن کے جذبات اور احساسات اس وقت اُبھرے ہوئے ہوتے ہیں ؛

مجھے یاد ہے۔ ایک دفعہ ہم کہیں سیر کیلئے گئے۔ اور رستہ میں ایک جگہ ٹھہرے۔ وہاں ایک غیر احمدی ٹھیکیدار تھے۔ اُن کا ہمارے ساتھ کوئی تعلق تو نہ تھا۔ مگر چونکہ ہمارے ملک میں یہ طریق ہے۔ کہ خواہ کسی سے کوئی تعلق نہ ہو۔ مہمان نوازی کے طور پر کھانے کے متعلق پوچھ لیتے ہیں۔ اس لئے وہ ٹھیکیدار ہمارے پیچھے پڑ گیا۔ اور کہنے لگا۔ میں آج آپ کی دعوت کروں گا۔ مفتی فضل الرحمٰن صاحب اور شیخ یعقوب علی صاحب ساتھ تھے۔ میں نے انہیں کہا۔ ہمارے پاس کافی کھانا موجود ہے۔ اس کی دعوت قبول نہ کریں۔ کیونکہ جب ہمارا اس کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ تو ہمیں کھانا کھلانا اس پر گراں گزرے گا۔ انہوں نے کہا۔ نہیں ہمارا واقف ہے۔ اور جب یہ اس قدر اصرار کرتا ہے۔ تو اس کی دعوت کو قبول کر لینا چاہیئے۔ میں اپنے ملکی اخلاق کو دیکھتے ہوئے جانتا تھا۔ کہ جس کے ساتھ تعلق نہ ہو۔ اُس پر کسی کی دعوت کرنا گراں ہی گذرتا ہے۔ مگر جب انہوں نے اصرار کیا۔ تو میں نے کہا۔ اچھا۔ منظور کرو۔ اس کے بعد اُس نے چاہا۔ کہ ہمارے لئے مرغی ذبح کرے۔ چنانچہ اس نے مرغی پکڑنے کے لئے ہاتھ جو مارا۔ تو مرغی ذرا آگے نکل گئی۔ اُس نے آگے ہو کر پھر دوبارہ اس پر ہاتھ مارا۔ تو وہ پھر ذرا آگے ہو گئی۔ اس پر وہ کہنے لگا۔ "کُکڑی تے پھڑی نہیں جاندی۔ چلو دال ہی پکالو" ہم نے اسے کہا۔ آپ خواہ مخواہ کیوں تکلیف کرتے ہیں۔ ہمارے پاس کھانا موجود ہے۔ چنانچہ اس کے بعد ہم نے اپنا پکا ہوا کھانا ہی کھایا۔ بلکہ اسے بھی ساتھ بٹھا لیا۔ اور چونکہ کھانا بچ رہا تھا۔ میں نے دوستوں سے کہا۔ کہ یہ کھانا بھی ان کو ہی دے دو۔ ہمارے لئے خدا تعالیٰ آگے اور انتظام کر دیگا۔ اب وہ شخص ایک طرف اپنی مہمان نوازی جتانا چاہتا تھا۔ اور دوسری طرف چونکہ اس کا ہمارے ساتھ کوئی تعلق نہ تھا۔ اسلئے ایک مرغی کا ذبح کرنا بھی اس پر گراں گذر رہا تھا غرض بغیر تعلق کے اپنی مرغی کی قربانی بھی بڑی نظر آتی ہے۔ لیکن دوسرے کا اکلوتا بیٹا بھی اگر مر جائے تو اس کا کوئی احساس نہیں ہوتا ؛

بے شک وہ لوگ جنہیں ابراہیم ؑ سے اُنس نہیں جنہیں یہ احساس نہیں۔ کہ ابراہیم ؑ وہ شخص تھا۔ جو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا دادا لگتا تھا۔ اور وہ نبی ہوتا یا نہ ہوتا۔ پھر بھی رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے عشق کی وجہ سے ہم اس سے محبت کرنے پر مجبور ہو جاتے۔ وہ اس قربانی کی قدر و قیمت کو نہ پہچانیں۔ مگر جن لوگوں کے دلوں میں رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا عشق ہے۔ جو محبت کے جذبات اپنے اندر رکھتے ہیں۔ جو اپنے محبوب کی ایک چھوٹی چیز کو بھی اپنی قیمتی متاع تصور کرتے ہیں۔ انکی حالت اس واقعہ کو سن کر اور ہی ہو جاتی ہے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے دادا عبد المطلب چونکہ آپ کے زمانہ سے پہلے گذر چکے تھے۔ اس لئے اُن پر کوئی الزام نہیں۔ مگر آپ کے چچا ابو طالب جنہوں نے آپ کی بہت بڑی خدمات سر انجام دیں۔ انہوں نے آپ کی نبوت کا زمانہ دیکھا۔ لیکن آپ پر ایمان نہیں لائے۔ اس لحاظ سے ابو طالب یقیناً اسلام کی موت نہیں مرے۔ مگر کسی وقت اگر کوئی پوچھے ابو طالب کیسا تھا۔ تو منہ سے انہیں کافر کہتے ہوئے یوں معلوم ہوتا ہے۔ کہ کوئی گلا گھونٹ رہا ہے۔ اور یہی کہنا پڑتا ہے۔ کہ انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بڑی خدمت کی۔ اور دل میں آپ پر ایمان بھی رکھتے تھے۔ مگر ظاہر میں وہ ایمان نہیں لائے۔ اس طرح سو سو پیچ دیکر بات منہ سے نکلتی ہے مگر آخر بات دل ہی میں گڑ کر رہ جاتی ہے۔ کہ وہ آپ پر ایمان نہیں لائے۔ ہماری جماعت میں ایسے کئی لوگ ہیں۔ جنہوں نے مجھ سے یہ سوال کیا۔ اور مجھے انہیں جواب دینا پڑا۔ کہ دیکھو فلاں موقعہ پر انہوں نے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کی۔ اور فلاں موقع پر یہ کہا۔ جس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ دل میں وہ آپ پر ایمان رکھتے تھے۔ گو ظاہر میں وہ ایمان نہیں لائے۔ مگر ان کے متعلق کافر کا لفظ منہ سے نہیں نکلتا۔ کیونکہ وہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے چچا تھے۔ اور انہوں نے آپ کی بہت سی خدمت کی تھی۔ تو جہاں سچی محبت ہوتی ہے وہاں انسانی جذبات بھی اُبھرے ہوئے ہوتے ہیں اس نقطہ نگاہ کو مد نظر رکھتے ہوئے تم سوچو۔ کہ ابراہیم ؑ جو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے دادا تھے۔ انہوں نے اپنے بیٹے اسمٰعیل کو کہ وہ بھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا تھے۔ اور اپنی بیوی حضرت ہاجرہ کو جو رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دادی تھیں۔ کس طرح اللہ تعالیٰ کے راستہ میں قربان کر دیا۔ اور کس طرح انہوں نے اپنے اکلوتے بیٹے اسمٰعیل کو بغیر پانی اور بغیر کھانے۔ اور اپنی بیوی حضرت ہاجرہ کو بغیر کھانے اور بغیر پانی کے مکہ میں اسلئے چھوڑ دیا۔ تا وہ وہاں اللہ تعالیٰ کا نام بلند کریں وہ نظارہ کتنا دردناک نظارہ ہوگا۔ میں نے ماؤں کو دیکھا ہے۔ بعض دفعہ ہنسی سے وہ اپنے بچوں کو ڈراتی ہیں۔ اور جب وہ رونے لگتا ہے۔ تو اس کے ساتھ خود بھی رونے لگ جاتی ہیں۔ حالانکہ وہ جانتی ہیں۔ کہ انہوں نے بچے سے ہنسی کی۔ مگر محض اس خیال سے کہ اس کے دل پر اس وقت کیا گذری ہوگی۔ جب وہ روتا ہے۔ تو خود بھی رو پڑتی ہیں۔ میں نے ماؤں کو دیکھا ہے۔ وہ اپنے بچوں پر ناراض ہوتی ہیں۔ اور اسے کسی کمرہ میں اکیلا بند کر دیتی ہیں۔ پھر جب وہ کمرے میں رونے لگتا ہے۔ تو اسے جھٹ کر رونے لگ جاتی ہیں۔ اور کہتی ہیں۔ میرے بچے کے دل پر اس وقت کیا گذر رہی ہوگی۔ غرض ہم اپنے کئی بچوں میں سے کسی ایک بچے کی حقیقی تکلیف کا نہیں بلکہ ایک خیالی تکلیف کا تصور کر کے ہی جبکہ ہم اسے کسی جنگل میں نہیں۔ بلکہ اپنے گھر کے ایک کمرہ میں تھوڑی دیر کے لئے بند کر دیتے ہیں۔ اتنی تکلیف محسوس کرتے ہیں۔ کہ اس کا اثر ایک لمبے عرصہ تک ہماری طبیعت پر چلا جاتا ہے ؛

مجھے یاد ہے۔ جب ہم چھوٹے بچے تھے۔ تو ایک دفعہ ہماری ہمشیرہ مبارکہ کو لڑکیوں نے کھیلتے ہوئے ایک طاقچہ میں بند کر دیا۔ اور خود ادھر ادھر کھیل میں مشغول ہو گئیں۔ اپنے آپ کو ایک طاقچہ میں بند دیکھکر وہ رونے لگیں۔ اور کافی دیر تک روتی رہیں۔ مگر چونکہ وہ لڑکیاں چلی گئی تھیں۔ اس لئے کسی نے دروازہ نہ کھولا۔ کچھ وقت گذرنے کے بعد اتفاقاً وہاں سے ایک شخص گذرا۔ اور اسے جب معلوم ہوا۔ کہ اندر کوئی لڑکی رو رہی ہے۔ تو اس نے دروازہ کھولا۔ اور یہ باہر نکل آئیں۔ مجھے یاد ہے۔ اس واقعہ کا سالہا سال تک ہماری والدہ صاحبہ کے دل پر اثر رہا۔ بلکہ ایک دفعہ دس بارہ سال کے بعد

Digitized by Khilafat Library Rabwah

میں نے والدہ سے سنا۔ کہ وہ کہہ رہی تھیں۔ میرا دل گھٹ رہا ہے۔ اور جب میں نے پوچھا کہ کیا بات ہے۔ تو فرمانے لگیں۔ مجھے اس واقعہ کا خیال آگیا ہے۔ جب لڑکیوں نے مبارکہ کو طاقچہ میں بند کر دیا تھا۔ اب ہماری ہمشیرہ زندہ سلامت بھی نکل آئیں۔ مگر دس بارہ سال کے بعد بھی جب ہماری والدہ صاحبہ کو اس کا خیال آیا۔ تو اُن کا دل گھٹ گیا۔ اور فرمانے لگیں کہ مجھے یہ خیال آرہا ہے۔ کہ اس وقت وہ اپنے دل میں کیا کہتی ہوگی کہ میں اندر ہی مر جاؤں گی۔ اور مجھے کوئی نکالنے والا نہیں آئیگا۔ تو ہمارا بچہ اگر ایک معمولی مصیبت میں بھی گرفتار ہوتا ہے۔ تو کئی سالوں کے بعد جب ہمیں اس کی یاد آتی ہے۔ تو ہمارا دل گھٹ جاتا ہے۔ مگر ابراہیم نے حضرت ہاجرہ اور حضرت اسمٰعیل کو ایک ایسے جنگل میں چھوڑا۔ جس کے گرد منزلوں تک کوئی پانی نہیں۔ جس کے گرد منزلوں تک کوئی کھیتی نہیں تھی۔ جس کے گرد منزلوں تک کوئی قافلہ نہیں گذرتا تھا۔ اور جس کے گرد منزلوں تک کوئی آدمی نظر نہیں آتا تھا۔ وہاں ابراہیم حضرت ہاجرہ رضؓ کو اور اپنے اکلوتے بیٹے کو جو بڑے چاؤ کے بعد بڑھاپے کی عمر میں پیدا ہوا تھا۔ چھوڑ دیتے ہیں۔ اور اس بچے کو چھوڑ دیتے ہیں۔ جس کے متعلق خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ خبر دی گئی تھی۔ کہ تیری آئندہ نسل کی برکت اور عظمت اس کے ذریعہ قائم ہوگی۔ پھر ان کے پاس کوئی کھانے کا ذخیرہ نہیں۔ کوئی پانی کا ذخیرہ نہیں ایک مشکیزہ پانی کا تھا۔ جو چوبیس گھنٹے سے زیادہ نہیں چل سکتا تھا۔ اور ایک تھیلی کھجوروں کی حضرت ہاجرہ کے لئے تھی۔ جو دو تین دن سے زیادہ کے لئے کافی نہیں ہو سکتی تھیں یہ دو چیزیں انہوں نے ہاجرہ اور اسمٰعیل کے پاس چھوڑیں۔ اور انہیں اس بے آب وگیاہ جنگل میں چھوڑ کر واپس لوٹے۔ حضرت ابراہیمؑ بڑے صابر تھے۔ انہوں نے صبر کیا۔ اور اپنے جذبات کو دبایا۔ مگر پھر بھی حضرت ہاجرہ رضؓ کو اُن کی بعض حرکات سے پتہ لگ گیا۔ کہ یہ اب ہمیشہ کے لئے ہمیں یہاں چھوڑ چلے ہیں۔ دراصل انہوں نے حضرت ہاجرہ رضؓ کو بتایا نہیں تھا۔ کہ میں تمہیں یہاں چھوڑ کر چلا ہوں۔ تا انہیں صدمہ نہ ہو۔ جب وہ انہیں وہاں بٹھا کر جا رہے تھے۔ تو حضرت ہاجرہ رضؓ کو شبہ پیدا ہوا۔ اور وہ اُن کے پیچھے آئیں۔ اور کہا ابراہیم ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ گویا تم اب جا رہے ہو اور تمہارا واپس آنے کا ارادہ نہیں۔ حضرت ابراہیمؑ نے جذبات کی شدت کی وجہ سے اس کا کوئی جواب نہ دیا۔ کیونکہ جب کسی نے اپنے جذبات کو دبایا ہوا ہو۔ اور وہ بات کرے۔ تو اسے رونا آجاتا ہے۔ حضرت ہاجرہ رضؓ نے جب دیکھا۔ کہ انہوں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ تو انہوں نے پھر کہا۔ ابراہیمؑ تم تو کہیں جا رہے ہو۔ حضرت ابراہیم نے پھر بھی جواب نہیں دیا۔ انہیں اس پر اور زیادہ شبہ پیدا ہوا۔ اور وہ اور زیادہ اصرار سے پوچھنے لگیں۔ ابراہیم تم ہمیں کہاں چھوڑ کر جا رہے ہو۔ مگر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پھر بھی کوئی جواب نہ دیا۔ چونکہ ابھی تک حضرت ہاجرہ کو یہ معلوم نہ تھا کہ انہیں خدا کے حکم کے ماتحت یہاں چھوڑا گیا ہے یا دوسری سوت کی ناراضگی کی وجہ سے۔ اس لئے انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے جذبات رحم کو اپیل کرتے ہوئے کہا۔ کہ ابراہیم بغیر کھانے اور پینے کے کسی سامان کے تم اس جنگل میں چھوڑ کر ہمیں کہاں جا رہے ہو۔ مگر انہوں نے پھر بھی جواب نہیں دیا۔ اس پر حضرت ہاجرہ کو خیال پیدا ہوا۔ کہ کہیں ابراہیم کا یہ فعل خدائی حکم کے ماتحت نہ ہو؟ اس لئے انہوں نے پوچھا۔ اے ابراہیم کیا تم خدا کے حکم کے ماتحت ہمیں یہاں چھوڑے جا رہے ہو۔ حضرت ابراہیم پھر بھی اپنے جذبات کی شدت میں اس کا کوئی جواب نہ دے سکے۔ مگر انہوں نے آسمان کی طرف اپنا سر اُٹھا کر اشارہ کیا۔ جس کا مطلب یہ تھا۔ کہ ہاں خدا کے حکم کے ماتحت میں تمہیں چھوڑ کر جا رہا ہوں۔ تب حضرت ہاجرہ رضؓ اسی وقت لوٹ آئیں۔ اور کہنے لگیں۔ اذاً لا یضیعنا۔ اگر خدا نے یہ حکم دیا ہے۔ تو پھر وہ ہمیں ضائع نہیں کرے گا۔

جب ابراہیم علیہ السلام ہاجرہ اور اسمٰعیل کی نظروں سے اوجھل ہوگئے۔ تو ان کے جذبات جوش میں آگئے۔ اور انہوں نے خدا تعالیٰ کے حضور ہاتھ اٹھا کر عرض کیا۔ کہ اے میرے خدا میں اپنی بیوی اور بچے کو تیرے سپرد کر چلا ہوں۔ اب تو خود ان کی حفاظت فرما۔

ادھر کچھ دنوں کے بعد وہ پانی جو مشکیزہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام دے گئے تھے ختم ہوگیا کھجوریں ختم ہوئیں یا نہیں۔ اس کے متعلق تاریخی شہادت یاد نہیں۔ جب پانی ختم ہوا۔ تو بچے نے پیاس کی شدت میں رونا اور بلبلانا شروع کر دیا۔ ہاجرہ دوڑتی ہوئی کبھی ادھر جاتیں اور کبھی ادھر۔ اور نظر دوڑاتیں کہ شائد کوئی شخص ایسا نظر آجائے۔ جس کے پاس پانی ہو۔ مگر وہاں تو میلوں میل تک کوئی پانی نہ تھا۔ اور پانی کا خیال کرنا بھی ایک وہم تھا۔ حضرت ہاجرہ لوٹ کر آتیں تو اپنے بچے کو روتا تڑپتا دیکھ کر پھر ادھر ادھر بھاگتیں۔ کہ شائد پانی مل جائے۔ مگر کہیں سے پانی دستیاب نہ ہوا۔ آخر جب بچے کی حالت بہت ہی خراب ہوگئی۔ اور انہوں نے سمجھا۔ کہ اب بہ شدت پیاس سے دم توڑ رہا ہے۔ تو وہ دو پہاڑیاں جن کے پاس انہوں نے اپنا ڈیرہ لگایا ہوا تھا۔ اور جن کا نام صفا اور مروہ تھا۔ ان میں سے ایک پہاڑی پر دوڑ کر گئیں۔ کہ شائد کوئی دُور سے قافلہ نظر آئے تو وہ اس سے پانی مانگ سکیں۔ مگر انہیں کوئی قافلہ نظر نہ آیا۔ پھر وہ اس پہاڑی سے دوسری پہاڑی پر دوڑتی ہوئی چڑھیں۔ کہ شائد دوسری طرف سے کوئی قافلہ جاتا ہوا نظر آئے۔ مگر اس پہاڑی سے بھی انہیں کوئی قافلہ دکھائی نہ دیا۔ اور چونکہ وہ صفا سے جب نیچے اترتی تھیں۔ تو انہیں اپنا بچہ نظر نہیں آتا تھا۔ اس لئے دوڑ کر مروہ پر چڑھتیں۔ تاکہ بچہ ان کی نظروں کے سامنے رہے۔ ایسا نہ ہو۔ کہ اسے کوئی بھیڑیا کھا جائے۔ پھر جب مروہ سے اترتیں۔ تو اسی طرح دوڑ کر صفا پر چڑھ جاتیں۔ تا دیکھیں کوئی پانی والا تو نہیں۔ اس طرح انہوں نے صفا اور مروہ پر سات چکر لگائے۔ مگر کہیں پانی میسر نہ آیا۔ تب جب کہ ان کی تکلیف اپنی انتہا کو پہنچ گئی۔ اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ سے کہا کہ جا اور ہاجرہ کو کہہ کہ تیرے لئے پانی خدا تعالیٰ نے پیدا کر دیا ہے۔ چنانچہ ایک فرشتہ آیا۔ اس نے آواز دی۔ حضرت ہاجرہ نے اپنے جذبات کے زور میں پہلی دفعہ اس آواز کو پوری طرح نہیں سمجھا۔ اور انہوں نے کہا۔ اے خدا کے بندے تیرے پاس کچھ پانی ہے۔ تب اس فرشتہ نے دوبارہ کہا۔ کہ اے ہاجرہ جا اور دیکھ کہ خدا تعالیٰ نے تیرے بیٹے کے لئے چشمہ چھوڑ دیا ہے۔ چنانچہ وہ واپس آئیں اور انہوں نے دیکھا۔ کہ حضرت اسمٰعیل جہاں شدت پیاس سے تڑپ رہے تھے۔ وہاں پانی کا ایک چشمہ پھوٹ رہا ہے۔ یہ چشمہ دراصل عرصہ سے وہاں تھا۔ مگر اس کا دہانہ مٹی سے بند ہو چکا تھا۔ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نے جب پیاس کی شدت میں ایڑیاں رگڑیں۔ تو اس کے دہانہ سے مٹی ہٹ گئی۔ اور چشمہ پھوٹ پڑا۔ حضرت ہاجرہ علیہا السلام نے جلدی جلدی ہاتھوں سے اس کے دہانہ پر سے مٹی اٹھائی اور اُس کا منہ کھول کر چلوؤں سے پانی نکالا۔ اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو پلایا۔ گویا وہی ایڑیاں جو حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی موت کے قرب پر دلالت کر رہی تھیں۔ ان کی حیات کا باعث ہوگئیں۔ اور انہیں سے وہ چشمہ پھوٹا۔ جس نے اُن کو زندہ کر دیا۔ جب وہاں چشمہ پھوٹ پڑا۔ تو قافلے والوں نے وہاں آنا شروع کر دیا۔ اور انہوں نے حضرت ہاجرہ رضؓ سے وہاں رہنے کی اجازت طلب کی۔ اور کہا۔ کہ ہم ٹیکس گذار ہو جائیں گے۔ چنانچہ حضرت ہاجرہ رضؓ نے انہیں اجازت دے دی۔ اور وہ وہاں رہنے لگ گئے۔ اس طرح رفتہ رفتہ مکہ ایک بہت بڑا شہر بن گیا۔ لیکن ہاجرہ کی عمر خواہ کتنی بھی لمبی ہوئی ہو اس عرصہ میں انہیں جب بھی وہ وقت یاد آجاتا ہوگا جب اُن کا بچہ شدت پیاس سے تڑپ رہا تھا۔ اور وہ پانی کی تلاش میں دیوانہ وار صفا اور مروہ کے چکر کاٹ رہی تھیں۔ تو ان کا دل دھڑکنے لگ جاتا ہوگا۔

آج اسی کی یاد میں (آج سے میری مراد خاص آج کا دن نہیں۔ بلکہ آج کل کے ایام مراد ہیں)۔ خدا تعالیٰ کے بندے مکہ میں جمع ہو کر صفا اور مروہ پر دوڑتے ہیں۔ ان کے دوڑنے کتنے مصنوعی ہوتے ہیں۔ اُن میں سے بہت کے دوڑنے کتنے پُر تکلف یا بطور تماشہ اور ناٹک کے ہوتے ہیں۔ وہ صفا پر چڑھتے ہیں وہ مروہ پر چڑھتے ہیں۔ وہ صفا اور مروہ کے درمیان دوڑتے بھی ہیں۔ مگر اُن کے دل جذبات سے کلیتہً خالی ہوتے ہیں۔ انہیں یہ پتہ ہی نہیں ہوتا۔ کہ آج سے ۳۸ سو سال پہلے اسی مقام پر ایک ماں دوڑ رہی تھی۔ ایسے شدید جذبات کے ساتھ کہ دنیا میں شائد ہی کسی اور ماں کے ایسے شدید جذبات ہوں۔ ایسی شدید تکلیف کی حالت میں کہ دنیا میں شائد کسی ماں کو ایسی شدید تکلیف پہنچی ہو۔ وہ اور اس کا اکلوتا بچہ ایک بے آب وگیاہ جنگل میں جس میں منزلوں تک پانی کا کوئی نشان نہ تھا۔ پڑے تھے۔ اور اس کا وہ اکلوتا بچہ ایڑیاں رگڑ رگڑ کر اپنی جان دے رہا تھا۔ سونے کے لئے نہیں۔ چاندی کے لئے نہیں۔ ہیروں اور جواہرات کے لئے نہیں۔ بلکہ پانی کے ایک چلّو کے لئے جو ایک چوہڑے کو بھی مل جاتا ہے۔ کون ہے جو ان جذبات کو سمجھے۔ کون ہے جو حقیقت پر نگاہ ڈالے۔ دوڑنے والے دوڑتے ہیں۔ حج کرنے والے حج کرتے ہیں۔ مگر وہ تہی دل ہوتے ہیں۔ اور اسی لئے تہیدست واپس آتے ہیں۔ اگر کسی شخص کے دل میں صفا اور مروہ پر دوڑتے وقت وہی جذبات پیدا ہوں۔ جو ہاجرہ کے دل میں پیدا ہوئے تھے۔ تو اگر وہ یہاں سے مٹی ہو کر بھی گیا تھا۔ تو سونا بن کر واپس آئیگا۔ اور اگر تانبا بن کر گیا تھا۔ تو اکسیر بن کر واپس آئے گا۔ کیونکہ صفا اور مروہ انسان کو پاک نہیں کرتے۔ اور نہ صفا اور مروہ کی وجہ سے فرشتہ نازل ہوا تھا۔ بلکہ ہاجرہ کے دل کی تکلیف کی وجہ سے جو اس نے خدا کے لئے برداشت کی فرشتہ نازل ہوا تھا۔

حضرت ہاجرہ رضؓ نے موت کو سامنے کھڑے ہوئے دیکھا۔ اور پھر بھی خدا تعالیٰ پر اعتبار کیا۔ اور حضرت ابراہیم سے کہدیا۔ کہ اگر خدا تعالیٰ نے ہمیں اس جگہ چھوڑ دینے کو کہا ہے۔ تو وہ ہمیں ضائع نہیں کریگا۔ پس خدا تعالیٰ نے بھی نہ چاہا۔ کہ اس کے اعتماد کو ضائع کرے۔ اگر وہی دل لے کر آج بھی صفا اور مروہ پر دوڑے۔ تو وہ ہاجرہ کی صفات اپنے اندر لے لیگا۔ وہ اسمٰعیلی صفت انسان بن جائیگا۔ وہ ابراہیم کی صفات کا مظہر ہو جائیگا۔ مگر ان قربانیوں کے مقابلہ میں کتنی حقیر قربانیاں ہیں جو لوگ کرتے ہیں۔ اور پھر کس قدر بے حقیقت دعوے ہیں۔ جو انکی زبان پر آتے ہیں۔ آج اسلام کے لئے کس قدر نازک وقت ہے۔ کتنی تاریک گھٹائیں ہیں۔ جو اسلام پر چھائی ہوئی ہیں۔ اگر ہر مسلمان کی گردن آج تلوار کے نیچے ہوتی۔ اگر ہر مسلمان کا سر آج جلاّد کے چھرے کے اوپر رکھا ہوا ہوتا۔ تو میں سمجھتا۔ کہ اسلام ہرگز اس خطرہ میں نہیں۔ جس خطرہ میں وہ آج گھرا ہوا ہے۔ کیونکہ مسلمان

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کی گردن کا تلوار کے نیچے ہونا اتنی خطرناک بات نہیں جتنی خطرناک بات ایک مسلمان کے دل کا شیطان کے قبضہ میں ہونا ہے۔ جب ہمارا دل آزاد ہوگا۔ ہماری قربانی دوسرے کو موہ لیگی۔ کیونکہ گو ہماری گردنیں اس وقت کاٹی جارہی ہوں گی۔ مگر ہماری زبانوں سے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا کلمہ نکل رہا ہوگا۔ لیکن اگر ہمارے دل شیطان کے قبضہ میں ہوں۔ اور ہم ظاہری طور پر تو مسلمان کہلاتے ہوں۔ لیکن اندرونی طور پر ہمارا دل کفر کے آگے جھکا جارہا ہو۔ تو یہ موت دوسرے کے دل میں جذبۂ مودت کس طرح پیدا کرسکتی ہے۔ یہ موت تو اسلام کے دشمن کے دل میں جذبۂ حقارت ہی پیدا کرے گی۔ کیونکہ دشمن جانتا ہے۔ کہ میرا مدمقابل میدان سے بھاگنے والا ہے۔ وہ جانتا ہے۔ کہ یہ ذلیل ہوکر میدان سے پسپا ہونے والا ہے۔ پس اس کے دل میں حقارت اور نفرت کے جذبات پیدا ہوں گے۔ لیکن اگر کوئی دشمن کا مقابلہ کرتا اور اس کے مقابلہ میں مردانہ وار اپنی جان دے دیتا ہے۔ تو اس کی نفرت کم ہوجاتی ہے۔ اور باوجود دشمن ہونے کے اس کی عزت کرنے لگ جاتا ہے۔ غرض اسلام آج ایسی مصیبت میں مبتلا ہے۔ جس مصیبت میں وہ آج سے پہلے کبھی مبتلا نہیں ہوا۔ آج اسلام پر دشمن چاروں طرف سے حملہ آور ہے۔ مگر تلواروں سے نہیں۔ بلکہ الحاد اور کفر اور بدعت کے ہتھیاروں سے۔ آج مسلمان کی جان خطرے میں نہیں۔ مگر اس کا ایمان خطرے میں ہے۔ آج اس کے دل اور اس کے دماغ اور اس کے تمام اعضاء پر کفر مستولی ہوچکا ہے۔ مگر مسلمان ہیں۔ کہ مُردوں کی طرح ہو رہے ہیں۔ اور اسلام کے لئے ان کے دلوں میں کوئی درد پیدا نہیں ہوتا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ اسلام کی اس کی بیکسی کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں ؎

ہر طرف کفر است جوشاں ہمچو افواجِ یزید
دینِ حق بیمار و بیکس ہمچو زین العابدین

مگر زین العابدین پر تو لوگوں کو رحم آتا تھا کیونکہ وہ ظاہری مصیبت میں مبتلا تھے۔ اور ظاہری مصیبتیں انسان کے جذبات رحم کو اپیل کیا کرتی ہیں۔ مگر اسلام پر تو رحم کھانے والا بھی کوئی نہیں پھر امام زین العابدین کو وہ مصیبت نہیں پہنچی۔ جو آج اسلام کو پہنچ رہی ہے۔ جس مصیبت میں آج احمدیت مبتلا ہے۔

جب امام حسین کے لشکر کو شکست دیکر ان کا سر یزید کے سامنے پیش کیا گیا۔ تو اس وقت یزید کتنے غرور اور گھمنڈ میں تھا۔ اور کس طرح لوگ اس سے مرعوب ہو رہے تھے۔ کہ وہ ایک ہی کانٹا جو اس کے دل میں کھٹک رہا تھا۔ اس کو بھی اس نے نکال کر باہر پھینک دیا۔ لوگ اس وقت یزید کی ہیبت سے کس قدر خوف زدہ ہوں گے۔ اور وہ خود اپنے دل میں کس قدر خوش ہوتا ہوگا۔ کہ میں نے امام حسین کو قتل کردیا۔ اور آج کوئی نہیں جو میرا مقابلہ کرسکے چنانچہ جب اس کے دربار میں حضرت امام حسین رضؓ کا سر کاٹ کر لایا گیا۔ تو چونکہ مرنے والے کے پٹھے کھچ جاتے ہیں۔ اس لئے ان کے ہونٹ بھی پیچھے کو کھچے ہوئے تھے۔ یزید نے اس وقت اپنی سوٹی لی۔ اور حضرت امام حسین رضؓ کے دانتوں پر یہ کہتے ہوئے مارنی شروع کردی۔ کہ دیکھو تو اس کے دانت کیسے چمکیلے ہیں۔ یہ ایک ظاہری حقارت کی چیز تھی۔ امام حسین رضؓ کو اس سے کیا نقصان ہوسکتا تھا۔ مگر اس کی اس حرکت پر اسی وقت اس کے دربار میں ایسے لوگ کھڑے ہوگئے۔ جنہوں نے یزید کے اس فعل کو نہایت بُرا محسوس کیا۔ چنانچہ ایک شخص نے اسی وقت یزید کی سوٹی پر ہاتھ مارا۔ اور کہا۔ اسے پیچھے ہٹاؤ میں نے ان دانتوں پر محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بوسہ دیتے دیکھا ہے۔ اور باوجود اس کے کہ وہ بادشاہ تھا۔ اور اب مغرور بادشاہ تھا۔ اسے یہ جرأت نہیں ہوئی۔ کہ اس کے مقابلہ میں کوئی لفظ کہے۔ اس نے اپنی نظر نیچی کرلی۔ اور سوٹی کو پرے ہٹا لیا۔

زین العابدین اس وقت بچے تھے۔ اور ان کی تکلیف بھی لوگوں پر اثر ڈالتی تھی۔ مگر یزید نے اپنا رعب جمانے کے لئے چاہا۔ کہ اُن کو بھی لوگوں کے سامنے ذلیل کرے۔ چنانچہ کسی نے اسے یہ تجویز بتائی۔ کہ اس بچے سے کوئی تقریر کراؤ۔ جب یہ تقریر نہیں کرسکے گا۔ تو لوگ ہنسیں گے۔ اور یہ ذلیل ہوگا۔ چنانچہ یزید نے پہلے اپنے خاندان میں سے ایک شخص کو کھڑا کیا۔ اور کہا کہ تم تقریر کرو۔ وہ کھڑا ہوا۔ اور اس نے یزید کے خاندان کی تعریف کرنی شروع کردی۔ کہ یہ خاندان کس عزت وعظمت کا مالک ہے۔ اس کے بعد زین العابدین کو کھڑا کیا گیا۔ وہ اس وقت بارہ تیرہ سال عمر کے بچے تھے۔ ان کی تقریر بالکل بچگانہ ہے۔ اور اسے پڑھ کر خیال آتا ہے۔ کہ ایک بچہ ہے۔ جو صرف دعویٰ بیان کر رہا ہے۔ انہوں نے کہا۔ میں رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پوتا ہوں۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ تھے۔ جنہوں نے مکّہ فتح کیا۔ جن کے احسانات تمام دنیا پر ہیں۔ اور جن کی غلامی پر ہر شخص کو فخر ہے۔ یہ وہ وقت تھا۔ کہ ادھر لوگوں نے ان مصیبتوں کو دیکھا۔ جو حضرت امام حسین اور ان کے خاندان پر آئیں۔ اور ادھر اس بچے کے منہ سے یہ سنا۔ کہ میں رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا پوتا ہوں۔ نتیجہ یہ ہوا۔ یکدم لوگوں میں جوش پیدا ہوگیا۔ اور یزید کو اس کے منبروں نے کہا۔ اس مباحثہ کو بند کردو۔ ورنہ تمہاری حکومت خطرہ میں پڑ جائے گی۔ اور لوگ بغاوت کردیں گے یہ ظاہری مصیبتیں تھیں۔ جنہوں نے لوگوں کے دلوں پر اثر کیا۔

بلکہ اوروں کا کیا ذکر ہے۔ یزید کے اپنے بیٹے پر اس کا اثر ہوا۔ اور وہ اپنے باپ کا سخت مخالف ہوگیا۔ لوگ یزید کو گالیاں دیتے اور اسے بُرا بھلا کہتے ہیں۔ مگر یہ نہیں جانتے۔ کہ اسی کے خاندان میں دو قیمتی جوہر پوشیدہ ہیں۔ جن میں سے ایک جوہر حضرت عمر بن عبدالعزیز ہیں۔ اور دوسرا جوہر یزید کا بیٹا ہے۔ جس کا نام بھی جہاں تک مجھے یاد ہے اپنے دادا کے نام پر معاویہ ہی تھا۔ اس نے ان مظالم کو دیکھا۔ اور اندر ہی اندر ان سے متاثر ہوتا چلا گیا۔ مگر چونکہ وہ اپنے باپ کے خلاف بول نہیں سکتا تھا۔ اس لئے خاموش رہا۔ مگر آخر وہ دن آیا کہ اس کا باپ مرگیا۔ باپ نے اپنی زندگی میں ہی اس کے ہاتھ پر لوگوں کی بیعت کرادی تھی۔ اس لئے یزید کے بعد وہی بادشاہ بنا۔ اور اس نے دوبارہ لوگوں سے بیعت لی۔ بیعت لینے کے بعد وہ گھر چلا گیا۔ اور چالیس دن یا اس سے کم وبیش اپنے گھر سے باہر نہیں نکلا۔ پھر ایک دن وہ باہر آیا۔ ممبر پر کھڑا ہوا۔ اور لوگوں سے کہنے لگا۔ اے لوگو! میں نے تم سے اپنے ہاتھوں پر بیعت لی ہے۔ مگر اس لئے نہیں۔ کہ میں اپنے آپ کو تم سے بیعت لینے کا اہل سمجھتا ہوں۔ بلکہ اس لئے کہ میں چاہتا تھا۔ کہ تم میں تفرقہ پیدا نہ ہو۔ ورنہ میں اپنے دل میں اس وقت بھی یہی سوچ رہا تھا۔ کہ اگر تم میں کوئی شخص لوگوں سے بیعت لینے کا اہل ہو۔ تو میں یہ امارت اس کے سپرد کردوں۔ اور خود بری الذمہ ہوجاؤں چنانچہ اس کے بعد میں اپنے گھر چلا گیا۔ اور اتنے دن جو میں باہر نہیں نکلا۔ تو اسی لئے کہ میں یہ سوچتا رہا۔ کہ تمہاری بیعت لینے کا کون شخص اہل ہے۔ میں نے اپنے آپ کو ابوبکر رضؓ کے مقام پر بھی کھڑا کیا اور چاہا کہ اگر تم میں کوئی عمر رضؓ ہو۔ تو میں اس کے ہاتھ میں تمہارے ہاتھ دیدوں۔ مگر مجھے تم میں کوئی عمر رضؓ نظر نہیں آیا۔ پھر میں نے اپنے آپ کو عمر رضؓ کے مقام پر کھڑا کیا۔ اور چاہا۔ کہ اگر مجھے ایک آدمی نہیں ملتا۔ تو کم از کم ایسے چھ آدمی ہی مل جائیں۔ جن کے سپرد عمر رضؓ نے انتخاب خلافت کا کام کیا تھا۔ مگر مجھے آج تم میں ایسے چھ آدمی بھی نظر نہیں آتے۔ اس لئے اے لوگو! یہ اچھی طرح سن لو۔ کہ میں اس منصب کے قابل نہیں ہوں۔ اور میں یہ بھی کہدینا چاہتا ہوں۔ کہ میرا باپ اور میرا دادا بھی اس منصب کے قابل نہیں تھا۔ میرا باپ حسین سے درجہ میں بہت کم تھا۔ اور اس کا باپ حسین کے باپ سے کم درجہ رکھتا تھا۔ علی اپنے وقت میں خلافت کا حقدار تھا۔ اور اس کے بعد حسن خلافت کا زیادہ حقدار تھا بہ نسبت میرے دادا اور میرے باپ کے۔ اسلئے میں اس امارت سے سبکدوش ہوتا ہوں۔ اب یہ امر تمہاری مرضی پر منحصر ہے۔ جس کی چاہو بیعت کرلو۔ اسکی ماں اس وقت پردہ کے پیچھے بیٹھی اس کا خطبہ سن رہی تھی۔ اس نے یہ سنتے ہی کہا۔ کمبخت تو نے اپنے خاندان کی ناک کاٹ دی۔ اور اس کی تمام عزت خاک میں ملادی۔ وہ کہنے لگا۔ مجھے جو کچھ کہیں یہ آپ کی مرضی ہے۔ مگر حق بات وہی ہے۔ جو میں نے کہی۔ چنانچہ اس کے بعد وہ اپنے گھر میں بیٹھ گیا۔ اور چند دن گذرنے کے بعد فوت ہوگیا۔ یہ اثر تھا۔ ان مظالم کا جو اس نے اپنے خاندان کی طرف سے دیکھے۔ اور یہ اثر تھا۔ ان مصائب کا جو حضرت علیؓ اور حضرت حسین وغیرہ کو پہنچے۔ اس نے ان مقابلوں کو بھی دیکھا جو اس کے دادا کے حضرت علی سے ہوئے۔ اور اس نے ان دکھوں کو بھی مشاہدہ کیا۔ جو اس کے باپ نے حضرت حسینؓ کو پہنچائے۔ اس کا دل یہ مظالم دیکھ کر اندر ہی اندر کباب ہوگیا۔ مگر چونکہ اس میں اتنی ہمت نہ تھی۔ کہ وہ مقابلہ کے لئے کھڑا ہوسکتا۔ اس لئے خاموش رہا۔ مگر جب عنان حکومت اس کے ہاتھ میں آئی۔ تو اس نے کہدیا۔ کہ میں اسے ہاتھ میں رکھنے کے لئے ہرگز تیار نہیں۔

بوجہ یزید کے نہایت قریبی ہونے کے شائد لوگ اس کی تعریف کرتے ہوئے ڈرتے ہیں۔ اور خیال کرتے ہیں۔ کہ اگر ہم نے اس کی تعریف کی تو ایسا نہ ہو۔ کہ یہ تعریف یزید کی سمجھی جائے۔ مگر اس میں کوئی شبہ نہیں۔ کہ خواہ اس میں کتنی ہی کمزوریاں ہوں۔ وہ ایک پاک طینت شخص تھا۔ یہ نتیجہ تھا ان ظاہری مصائب کا جو اس نے اپنی آنکھوں سے اہل بیت پر وارد ہوتے دیکھے۔ اور انہی ظاہری مصائب نے یزید کے بیٹے کو حضرت علی رضؓ اور حضرت امام حسین کا غلام بنادیا۔ مگر اسلام پر جو برچھی چلائی جارہی ہے۔ وہ مخفی ہے۔ وہ بظاہر نظر نہیں آتی۔ لیکن اس کا حملہ بڑا خطرناک ہے۔ آج ساری دنیا متحد ہے۔ اور وہ اپنی متفقہ کوششوں سے چاہتی ہے۔ کہ مظلوم اور بیکس اسلام کو مٹادے۔ اور اس کا کوئی نام لیوا دنیا میں نہ رہے۔ ہم میں سے بہت لوگ ایسے ہیں جو آتے ہیں۔ اور یہ کہتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں کہ ہم اسلام کی حفاظت کرینگے۔ ہم اپنی جانیں اس کی راہ میں قربان کردیں گے۔ مگر پھر وہ اپنے گھروں میں آرام سے بیٹھ جاتے ہیں۔ اور انہیں یاد بھی نہیں رہتا۔ کہ انہوں نے کیا اقرار کیا تھا۔ ہماری وہ قربانیاں جنہیں ہم قربانیاں کہتے ہیں۔ اور جن کو قربانیاں کہنا بھی قربانیوں کی ہتک کرنا ہے۔ اسلام کی مشکلات کے مقابلہ میں کیا حقیقت رکھتی ہیں۔ پھر ابھی تو ہم صرف مالی قربانیاں کر رہے ہیں۔ جانی قربانی کا موقعہ تو بالعموم ہندوستان سے باہر ان حکومتوں میں ہی میسر ہے جہاں لوگ احمدیت کے اقرار کی وجہ سے قتل کئے جاتے ہیں۔ پھر وقت کی قربانی بھی بہت کم لوگوں کو میسر ہے۔ اسی طرح وطن کی قربانی جذبات و احساسات کی قربانی اور دیگر بہت سی قربانیاں

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بہت ہی کم لوگوں کو میسر ہیں۔ اور پھر مالی قربانی میں بھی صحیح طریق عمل اختیار نہیں کیا جاتا۔

بہت سے لوگ ہیں۔ جو وعدے کرتے ہیں۔ مگر انہیں پورا نہیں کرتے۔ بہت سے لوگ ہیں جو وعدے کرتے ہیں۔ مگر انہیں میعاد کے آخر میں پورا کرتے ہیں۔ بہت سے لوگ ہیں۔ جو وعدے کرتے ہیں۔ مگر وعدوں کو پورا کرنے کے لئے سامان بہم نہیں پہنچاتے۔ میں نے تحریک جدید کے شروع میں ہی کہا تھا۔ کہ اگر تم کوئی وعدہ کرتے ہو۔ تو تمہارے لئے ضروری ہے۔ کہ تم وہ ماحول بھی پیدا کرو جس کے ماتحت تم اپنے وعدے کو آسانی کے ساتھ پورا کر سکو۔ اگر تم صرف ایک ہی کھانا نہیں کھاتے۔ بلکہ کئی عمدہ سے عمدہ کھانے تیار کروا کر کھاتے ہو۔ اگر تم سادہ کپڑے نہیں پہنتے۔ بلکہ لباس پر بہت سا روپیہ بیجا طور پر صرف کر دیتے ہو۔ اور اس طرح تمہارے پاس کچھ نہیں بچتا۔ تو اگر تم نے تحریک جدید میں سو روپے دینے کا وعدہ کیا ہوا ہے۔ سو روپے تم نے وصیت کا دینا ہے۔ اور سو روپے تمہارا چندہ عام ہے۔ تو وہ تین سو روپے تم کہاں سے دو گے۔ جب تم نے اس روپیہ کے لئے کوئی گنجائش ہی نہیں رکھی۔ جب کہ اپنی آمد کے برابر پہلے سے ہی تم خرچ کر رہے ہو۔ تو تم مزید بوجھ کس طرح اٹھا سکتے ہو۔ اس صورت میں اگر تم سو یا دو سو روپے کا وعدہ بھی لکھا دیتے ہو۔ تو اس کے یہی معنے ہوں گے۔ کہ تم نے محض نام و نمود کے لئے وعدہ لکھوا دیا۔ ورنہ تمہاری نیت شروع سے یہی ہے۔ کہ تم وعدہ پورا نہ کرو۔

پس جب تک کھانے اور پینے اور پہننے اور رہائش کے طریق میں تبدیلی نہیں کی جاتی۔ اس وقت تک کبھی مالی قربانی کی توفیق نہیں مل سکتی۔ اور اگر تم ان حالات میں کوئی وعدہ کرتے ہو۔ تو تم خدا تعالیٰ سے تمسخر کرتے ہو۔ اور پھر اگر یہ وعدہ میعاد کے اندر پورا بھی ہو جائے۔ تو خدا تعالیٰ کے فضل سے پورا ہوگا۔ تمہارے متعلق یہی سمجھا جائے گا۔ کہ تم نے اس کے لئے کوئی تیاری نہیں کی تھی۔

پھر جس قسم کی مالی مشکلات میں سے اس وقت ہمارا سلسلہ گذر رہا ہے۔ ان کی موجودگی میں ہماری موجودہ مالی قربانیاں ہرگز کافی نہیں ہیں۔ اور ہم ان کاموں کو کبھی بھی ایک لمبے عرصہ تک جاری نہیں رکھ سکتے۔ اس کے لئے ہمیں اپنے بجٹوں پر دوبارہ غور کرنا پڑے گا۔ اور ہمیں اپنے طریق تبلیغ پر بھی نظر ثانی کرنی پڑے گی۔ اور ہمیں سارے کارکنوں سے ایسے رنگ میں قربانی لینی پڑے گی۔ جس رنگ میں آج سے پہلے کبھی قربانی کا مطالبہ نہیں کیا گیا۔ اور میں سمجھتا ہوں۔ کہ مالی دقتوں کے لحاظ سے اب وقت آ گیا ہے۔ کہ ہم اپنے مبلغین سے بھی یا تو آنریری طور پر خدمت لیں۔ یا اس صیغہ کو بالکل بند کر دیں۔ آخر تحریک جدید میں جو مبلغ کام کر رہے ہیں۔ وہ آنریری کام کر رہے ہیں۔ اور یا پھر نہایت ہی قلیل گذارے لے رہے ہیں۔ پس کوئی وجہ نہیں۔ کہ اگر تحریک جدید کے مجاہد اس قدر قلیل گذاروں پر کام کر سکتے ہیں۔ تو دوسرے مبلغین کام نہ کر سکیں۔ اور اگر حالات پیدا ہوں۔ تو ان کے سابقہ طریق میں تغیر نہ کیا جائے

اسی طرح بیرونی جماعتوں میں جو سلسلہ کے کارکن ہیں۔ ان کے لئے بھی مزید قربانیوں کے دروازے کھولے جائیں گے۔ مگر وہ یاد رکھیں کہ ان کو اسی وقت ان قربانیوں کی توفیق ملے گی۔ جب وہ تحریک جدید کے اصول کے پابند ہوں گے اگر وہ ان اصول کی پیروی نہیں کریں گے۔ تو انہیں قربانی کی توفیق ہرگز نہیں ملے گی۔ کیونکہ جو شخص تیاری نہیں کرتا۔ وہ امتحان میں کامیاب نہیں ہو سکتا۔

پس اے دوستو! جو حضرت ابراہیم کی قربانی کے واقعہ کو سنتے اور اس کی یاد میں بکرا یا گائے یا دنبہ ذبح کرتے ہو۔ تمہیں یاد رہے۔ کہ بکرے یا گائے کی قربانی کرنا آسان ہے۔ مگر اپنی جان اپنے مال اپنے آرام اور اپنی آسائش کی قربانی کرنا مشکل ہے۔ حضرت ابراہیم نے بکرا ذبح نہیں کیا تھا۔ بلکہ انہوں نے اپنی بیوی اور اپنے بچے کو قربان کر دیا تھا۔ اگر تم واقعہ میں حضرت ابراہیم کی یاد تازہ کرتے ہوئے عید الاضحیہ میں حصہ لینا چاہتے ہو۔ اگر تم یہ آرزو رکھتے ہو کہ آئندہ جب دنیا میں عید الاضحیہ منائی جائے۔ تو گو دنیا اسے حضرت ابراہیم کی قربانی کی یاد میں منائے مگر خدا تعالیٰ کے رجسٹر میں تمہارا نام بھی ہو۔ اور آسمان پر تمہاری قربانیوں کی یادگار میں بھی عید الاضحیہ منائی جائے۔ تو تمہیں ابراہیمی صفات اپنے اندر پیدا کرنی چاہئیں۔ یہ کیا تم سمجھتے ہو۔ کہ یہ عید صرف حضرت ابراہیم کی یاد میں منائی جاتی ہے۔ اور ان کے بعد کوئی ایسا شخص نہیں ہوا۔ جس نے خدا تعالیٰ کی راہ میں اپنی بیوی اور بچوں کو قربان کر دیا ہو۔ کیا رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے صحابہ نے جو قربانیاں کیں۔ وہ معمولی ہیں۔ اور کیا ان کے بعد ہزاروں ایسے لوگ نہیں ہوئے جنہوں نے اپنی بیوی بچے خدا تعالیٰ کی راہ میں قربان کر دیئے۔ یقیناً ایسے لوگ ہوئے ہیں۔ اور ہزاروں کی تعداد میں ہوئے ہیں۔ لیکن چونکہ اتنی لمبی لسٹ لوگ یاد نہیں رکھ سکتے۔ اس لئے دنیا کے لوگ تو یہ عید صرف حضرت ابراہیم کی قربانی کی یاد میں مناتے ہیں۔ مگر خدا تعالیٰ کی لسٹ میں ان تمام لوگوں کے نام درج ہوتے ہیں۔ جنہوں نے اس کی راہ میں قربانیاں کیں۔ جب عید الاضحیہ آتی ہے۔ اور لوگ اسے حضرت ابراہیم کی یاد میں مناتے ہیں۔ اس وقت خدا ان سارے شہداء کی یاد میں یہ عید مناتا ہے۔ جنہوں نے اس کے لئے قربانیاں کیں۔ اسی طرح خدا تعالیٰ کے فرشتے ان سارے شہداء کے نام پر عید مناتے ہیں۔ جنہوں نے اپنی جانوں اور اپنے مالوں کو خدا تعالیٰ کے رستہ میں قربان کر دیا۔ ہمارے سامنے آج وہ بکرے ہوتے ہیں۔ جن کے گلوں پر ہم چھریاں پھیرتے ہیں۔ اور میرے جیسے عدیم الفرصت انسان کے سامنے تو بکرا بھی نہیں ہوتا۔ کوئی دوسرا اسے ذبح کر دیتا ہے۔ مگر خدا تعالیٰ کے دربار میں یہ بکرے نہیں ہوتے۔ بلکہ آج جب کہ دنیا میں بکروں پر چھریاں پھر رہی ہوں گی۔ خدا تعالیٰ کے سامنے حضرت ابراہیم پیش کیا جا رہا ہوگا۔ اور وہ اسے کہہ رہا ہوگا۔ کہ اے ابراہیم دیکھ تو نے اپنے بچے اسمٰعیل کو میری راہ میں قربان کرنے کے لئے پیش کر دیا تھا۔ دیکھ تو نے اپنی بیوی ہاجرہ کو ایک بے آب و گیاہ جنگل میں میرے حکم کے ماتحت چھوڑ دیا تھا۔ بے شک تو نے قربانی کی۔ اور بہت بڑی قربانی کی۔ مگر اے ابراہیم ذرا دنیا کی طرف نظر اٹھا اور دیکھ کہ آج تیری نسل کس کثرت سے تمام دنیا میں پھیلی ہوئی ہے۔ یہاں تک کہ ریت کے ذروں کو گنا جا سکتا ہے۔ مگر تیری نسل کے افراد کا شمار نہیں کیا جا سکتا اب بتا کہ اسمٰعیل کی قربانی ضائع ہو گئی۔ یا وہ دنیا میں عظیم الشان رنگ لائی۔ اور حضرت ابراہیم شرم سے اپنی آنکھیں نیچی کر لیتا ہوگا۔ اور کہتا ہوگا۔ اے خدا نہیں میری قربانی تیرے انعاموں کے مقابلہ میں کوئی حقیقت نہیں رکھتی۔ پھر آج حضرت ابراہیم ہی نہیں۔ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی خدا تعالیٰ کے سامنے پیش کیا جا رہا ہوگا۔ اور خدا تعالیٰ ان تمام ترقیات کے نظارے آپ کو دکھا رہا ہوگا۔ جو تیرہ سو سال میں آپ کی اُمت کو حاصل ہوئیں۔ اور کہتا ہوگا۔ اے ہمارے رسول تیری مکہ کی تکالیف بے شک بہت بڑی تکالیف تھیں۔ بے شک مدینہ کے مصائب بہت بڑے مصائب تھے۔ مگر بتا تو سہی۔ کہ ان قربانیوں کے نتیجہ میں ہم نے تیرے ہاتھوں سے جو علوم اور عرفان کے دریا بہا دیئے۔ اور دنیا میں حیرت انگیز انقلاب پیدا کر دیا۔ یہاں تک کہ تجھ سے ذلت کے گڑھے میں گری ہوئی قومیں تیری تعلیم پر عمل کر کے دنیا کی بادشاہ بن گئیں۔ کیا اس انقلاب اور اور ان عظیم الشان انعامات کے مقابلہ میں یہ قربانیاں کوئی بھی حقیقت رکھتی ہیں۔ اور محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح محبت کے ساتھ آستانہ الٰہی پر جھکتے ہوئے یہ کہتی ہوگی۔ کہ اے خدا۔ نہیں میری قربانیاں ان انعاموں کے مقابلہ میں کوئی چیز نہیں

اسی طرح آج بدر کے شہداء جنہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پہلو بہ پہلو لڑتے ہوئے خدا تعالیٰ کی راہ میں جان دی۔ جن کے گلوں میں اس وقت آہ و فغاں سے ایک کہرام مچ گیا تھا۔ جن کی موت نے ان کے رشتہ داروں کے قلوب کو غم و اندوہ کے جذبات سے لبریز کر دیا تھا۔ ان کی روحوں کو آج خدا تعالیٰ اپنے دربار میں کھڑا کر کے بتا رہا ہوگا۔ کہ دیکھو تمہاری قربانیوں نے کیسے میٹھے پھل پیدا کئے۔ اور انہوں نے اسلام کی کھیتی کو کس طرح ہرا بھرا کر دیا۔ اسی طرح وہ ہزاروں نہیں لاکھوں روحیں جو دنیا میں فدا کاری کے جذبات لئے آئیں۔ جنہوں نے قربانیوں کے بعد نورِ عرفان حاصل کیا۔ اور سماوی برکات سے بہرہ یاب ہوئیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں اپنے سامنے بلاتا ہوگا۔ اور کہتا ہوگا۔ اے میرے بندو کیا تمہاری قربانیاں رائیگاں گئیں۔ اور کیا ان انعامات کے بدلہ میں جو میں نے تم پر کئے تمہاری قربانیاں کوئی بھی حقیقت رکھتی ہیں۔ اور وہ محبت سے خدا تعالیٰ کی بارگاہ میں گرتے ہوئے یہ کہتے ہوں گے۔ کہ اے ہمارے رب ہماری قربانیاں تو کچھ بھی نہیں۔ اس میں کوئی شبہ نہیں۔ کہ ماضی انسان کو سبق دیتا ہے۔ مگر مستقبل صرف دانا کو سبق دیتا ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ جب فتح ہوئی۔ اور اسلامی لشکر غنیمت کے اموال لے کر واپس لوٹا تو منافقوں نے بکریوں اور بھیڑوں کی پیٹھوں پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہنا شروع کر دیا۔ کہ ہم بھی تمہارے ساتھ ہیں۔ کیونکہ جب فتح ہو جاتی ہے تو منافق بھی انعامات میں شریک ہو جاتے ہیں۔ مگر مستقبل کو مدنظر رکھتے ہوئے صرف مومن ہی قربانی کرتا ہے۔ اور وہی قربانی اللہ تعالیٰ کے حضور قبول ہوتی ہے۔ کیونکہ وہ ایسے وقت میں قربانی کرتا ہے۔ جب لوگ کہتے ہیں۔ کہ یہ قربانی ضائع گئی۔ جب دنیا اس کی تکلیفوں پر ہنس رہی ہوتی ہے۔ جب دنیا قربانیوں کو رائیگاں تصور کر رہی ہوتی ہے۔ جب دنیا اسے پاگل اور مجنون کہہ رہی ہوتی ہے۔ وہ خدا تعالیٰ کے ذکر کو بلند کرنے اور اس کے نام کو دنیا کے کناروں تک پہنچانے کے لئے رات دن جانی اور مالی قربانیاں کرتا چلا جاتا ہے۔ وہ نہ اپنے آرام کی پرواہ کرتا ہے۔ نہ آسائش کی۔ بلکہ خدا تعالیٰ کی راہ میں وہ اپنی بیوی اور بچوں کو بھی چھوڑنے کے لئے تیار ہو جاتا ہے۔ یہی لوگ ہیں۔ جن کی قربانی اللہ تعالیٰ قبول کرتا ہے۔ لیکن بعد میں انعامات میں حصہ لینے کے لئے منافقوں کا گروہ بھی آ جاتا ہے۔ اور خدا تعالیٰ انہیں بھی کہتا ہے۔ کہ تم بھی کچھ لے لو۔ جیسے مانگنے والا جب آ جاتا ہے۔ اور اس کا ترکہ تقسیم ہونے لگتا ہے۔ تو ایسی حالت میں اگر کوئی سائل آ جائے۔ تو اسے بھی کچھ دے دیا جاتا ہے۔ اسی طرح جب .... دنیوی برکات آتی ہیں۔ تو خدا تعالیٰ کہتا ہے۔ کہ ان منافقوں کو بھی کچھ دے دو۔ مگر ابراہیمی برکات کے وہ وارث نہیں ہو سکتے ؏

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اصلی اسلامی پردہ اور موجودہ پردہ اور برقعہ

(از حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔ اے۔ ناظر تعلیم و تربیت)

افراط و تفریط

اسلام نے جو تعلیم پردہ کے متعلق دی ہے اس کی تشریح اور تفصیل بڑی صراحت کیساتھ ہمارے لٹریچر میں آچکی ہے۔ جس کے اعادہ کی اس جگہ ضرورت نہیں۔ صرف خلاصۃً اس قدر اشارہ کافی ہے۔ کہ جیسا کہ دوسرے امور میں اسلام کا قاعدہ ہے۔ اس نے پردہ کے معاملہ میں بھی ایک نہایت اعلیٰ وسطی تعلیم دی ہے۔ جس میں ایک طرف تو عورت کی جائز آزادی اور اس کی صحت وغیرہ کے طبعی تقاضے کو پورا کیا گیا ہے۔ اور دوسری طرف ناواجب آزادی اور زینت کے برملا اظہار اور مرد و عورت کے آزادانہ خلط ملط کے نتیجہ میں جو خطرات پیدا ہو سکتے ہیں ان کے انسداد کے لئے بھی مناسب تدابیر اختیار کی گئی ہیں۔ اس اسلامی تعلیم کے پیش نظر جس طرح آج سے کچھ عرصہ قبل کا پردہ جو ہندوستان کے اکثر مسلمان خاندانوں میں رائج تھا۔ وہ بوجہ سخت ہونے کے افراط کی طرف مائل تھا۔ اسی طرح نئی روشنی کی بے پردگی جس میں اسلامی پردہ کی قیود کو بالکل ہی توڑ دیا گیا ہے۔ سراسر تفریط کی طرف مائل ہے۔ بلکہ اس کے لئے تو تفریط کا لفظ استعمال کرنا بھی درست نہیں۔ کیونکہ اس میں اسلامی تعلیم کو بالکل ہی پس پشت ڈال دیا گیا ہے۔

اصلاحی تغیر میں ایک خطرہ

احمدیت کی غرض و غایت چونکہ دنیا کو صحیح اسلامی تعلیم پر قائم کرنا ہے۔ اس لئے دوسری بیشمار اصلاحوں کے ساتھ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے رائج الوقت پردہ کے متعلق بھی اصلاح فرمائی۔ اور افراط و تفریط کی راہوں سے بچا کر احمدی مستورات کو صحیح اسلامی پردہ پر قائم کرنے کی کوشش کا نتیجہ یہ بھی ہوا۔ کہ بہت سے نادان لوگ جو رائج الوقت طریق کو ہی صحیح اسلامی طریق سمجھنے لگ جاتے ہیں۔ اور گہرے مطالعہ کے عادی نہیں ہوتے۔ وہ پردہ کے معاملہ میں احمدی مستورات کی نسبتی آزادی کو خلاف اسلام قرار دے کر اعتراض کرنے لگے۔ اور یہ اعتراضات اپنوں اور بیگانوں دونوں کی طرف سے ہوئے۔ ان اعتراضوں کی تو ہمیں پرواہ نہیں ہے۔ کیونکہ جو قوم دنیا میں اصلاح کے لئے اٹھتی ہے۔ اسے اس قسم کے اعتراضات کا نشانہ بننا پڑتا ہے۔ مگر اس اصلاحی تغیر میں ایک خطرہ بھی پیدا ہو رہا ہے۔ جس کا انسداد ضروری ہے۔ اور میرا یہ مختصر نوٹ اسی خطرہ کے ایک پہلو سے تعلق رکھتا ہے۔

وہ خطرہ یہ ہے۔ کہ اس اصلاحی قدم کے نتیجہ میں احمدی مستورات کا ایک قلیل حصّہ اس عام قاعدہ کے ماتحت کہ انسان ایک انتہا سے ہٹ کر دوسری انتہا کی طرف مائل ہونے لگتا ہے پردہ کے معاملہ میں کسی قدر ناواجب آزادی کی طرف جھک رہا ہے۔ بدقسمتی سے اس میلان کو نئی روشنی کی بے پردگی کی زبردست رَو نے اور بھی تقویت دے دی ہے۔ اس لئے اس بات کی اشد ضرورت ہے۔ کہ جماعت کا سمجھدار طبقہ اس نقص کی فوری اصلاح کی طرف توجہ دے۔ تاکہ ایسا نہ ہو۔ کہ جماعت کا کوئی حصّہ ایک کم خطرہ والے افراط سے نکل کر ایک زیادہ خطرناک تفریط کے گڑھے میں جا گرے۔

اصل اسلامی پردہ

اصل اسلامی پردے کا خلاصہ تین باتوں میں آجاتا ہے:-

اوّل - غیر محرم مردوں کے سامنے عورت اپنے بدن اور لباس وغیرہ کی زینت کو چھپا کر رکھے سوائے ایسے حصّوں کے جن کا چھپانا عملاً ناممکن ہو۔ اور زینت کے مفہوم میں قدرتی اور مصنوعی زینت ہر دو داخل ہیں۔

دوم - غیر محرم مرد و عورت ایک دوسرے کی طرف نظر نہ اٹھائیں بلکہ جب بھی ایک دوسرے کے سامنے ہوں۔ تو اپنی نظروں کو نیچا رکھیں۔

سوم - غیر محرم مرد و عورت ایک دوسرے کے ساتھ خلوت میں اکیلے ملاقات نہ کریں۔

اسلامی پردہ اور احمدی مستورات

ان تین اصولی حدبندیوں کے سوا اسلام پردہ کے متعلق کوئی حدبندی نہیں لگاتا۔ اور ایک مسلمان عورت ان ہر سہ حدبندیوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے ہر قسم کے جائز کاروبار اور جائز سیر و سیاحت اور دوسرے لوگوں کے ساتھ جائز اختلاط میں حصہ لے سکتی ہے۔ اور یہ ایک بہت ہی شکر کا مقام ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی لائی ہوئی تعلیم کے ماتحت احمدی مستورات ان ہر سہ پابندیوں کو بالعموم اچھی طرح سمجھتی اور ان پر دلی شوق کے ساتھ عمل کرتی ہیں۔ اور ہم بڑے فخر کے ساتھ کہہ سکتے ہیں۔ کہ خدا کے فضل سے ہم اس معاملہ میں دوسروں کے لئے ایک صحیح اسلامی نمونہ ہیں۔ یعنی ہماری مستورات نہ تو پرانی طرز کے قیدیوں والے پردہ کی پابند ہیں۔ کہ انہیں اپنی چار دیواری سے باہر کی ہوا تک نہ لگے۔ اور ڈولی وغیرہ کے سوا گھر سے باہر قدم رکھنا حرام ہو۔ اور نہ ہی انہوں نے پردہ کی اسلامی حدود کو توڑ کر نئی روشنی کی بے پردگی کو اختیار کیا ہے۔ لیکن بایں ہمہ ابھی تک ہماری جماعت میں بھی بعض طبقوں میں بعض باتوں کے متعلق کسی قدر اصلاح کی ضرورت ہے۔ جس کی طرف ہمارے بھائیوں اور بہنوں کو خاص توجہ دینی چاہیئے۔ ان باتوں میں سے میں اس نوٹ میں صرف برقعہ کا ذکر کرنا چاہتا ہوں۔

برقعہ اور اسلامی پردہ

برقعہ کے متعلق سب سے پہلے تو یہ جاننا چاہیئے۔ کہ برقعہ قطعاً اسلامی پردہ کا حصّہ نہیں ہے۔ اور اگر کوئی عورت برقعہ کو ترک کر کے صرف ایک عام چادر کے استعمال پر کفایت کرے۔ تو اسلامی تعلیم کے لحاظ سے اس پر ہرگز کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا۔ اسلام کی غرض صرف یہ ہے۔ کہ عورت اپنی زینت کو دبا کر رکھنا چاہیئے۔ کہ زینت میں بدن اور لباس ہر دو کی زینت شامل ہے۔ اور اسی طرح قدرتی اور مصنوعی زینت ہر دو زینت کے مفہوم میں داخل ہیں۔ غیر محرموں سے چھپائے۔ خواہ یہ چھپانا چادر کے ذریعہ ہو یا برقعہ کے ذریعہ یا کسی اور مناسب ذریعہ سے۔ بلکہ حق یہ ہے کہ برقعہ بہت بعد کی ایجاد ہے۔ جس زمانہ میں اسلامی تعلیم نازل ہوئی تھی۔ اس زمانہ میں صرف چادر کا طریق رائج تھا۔ اور مسلمان عورتیں چادر ہی کے ذریعہ اپنی زینت کو چھپایا کرتی تھیں۔ پس جب خود برقعہ ہی اسلامی پردہ کا حصّہ نہ ہوا۔ تو یہ سوال کہ برقعہ کیسا ہو۔ اور کیسا نہ ہو۔ اسے جہاں تک محض نفس برقعہ کا سوال ہے۔ اسلامی تعلیم سے قطعاً کوئی سروکار نہیں ہے۔ اگر ایک برقعہ اسلامی تعلیم کے منشاء کے مطابق عورت کی زینت کو چھپاتا ہے تو خواہ اس کی ساخت کیسی ہو وہ ایک بالکل جائز چیز ہوگا۔ جس پر کسی شخص کو اعتراض کا حق نہیں ہے۔ اسی طرح برقعہ کے کپڑے اور اس کے رنگ کا سوال بھی ایک ایسا سوال ہے۔ جس میں اسلام قطعاً کوئی دخل نہیں دیتا۔ پس جو لوگ محض برقعہ کے وجود پر یا اس کی ساخت پر یا اس کے رنگ پر اعتراض کرتے اور اسے خلاف اسلام قرار دیتے ہیں۔ وہ یقینی طور پر غلطی خوردہ ہیں ... ... جن کی رائے کی تائید میں کوئی صحیح سند نہیں مل سکتی۔ اور ہمارے احباب کو اس قسم کے فضول اور تنگ نظری کے اعتراضوں سے بچنا چاہیئے۔

خود برقعہ باعث زینت نہ ہو

البتہ ایک بات ہے۔ جو اس زمانہ کے بعض برقعوں کو اسلامی تعلیم کے لحاظ سے حدِ اعتراض کے اندر لے آتی ہے۔ اور وہ کسی برقعہ کا خود باعث زینت ہونا ہے۔ ظاہر ہے۔ کہ برقعہ کی غرض و غایت عورت کے بدن اور لباس کی قدرتی اور مصنوعی زینت کو چھپانا ہے۔ پس اگر کوئی عورت ایسا برقعہ استعمال کرتی ہے جو اپنی ساخت یا کپڑے کی بناوٹ۔ یا کپڑے کے رنگ وغیرہ کی وجہ سے خود موجبِ زینت ہے۔ تو وہ یقیناً ایک خلافِ اسلام فعل کی مرتکب ہوتی ہے۔ جس سے اس کو پرہیز لازم ہے۔ مگر بدقسمتی سے اس زمانہ میں بعض حلقوں میں ایسے برقعے رائج ہو رہے ہیں۔ جو یقیناً قابلِ اعتراض حد کے اندر آتے ہیں۔ یعنی کوئی برقعہ تو اپنی ساخت کے لحاظ سے اور کوئی برقعہ اپنے کپڑے کی بناوٹ کے لحاظ سے۔ اور کوئی برقعہ اپنے رنگ کی شوخی کے لحاظ سے قابلِ اعتراض ہو جاتا ہے۔ اور اس طرح جو چیز زینت کو چھپانے کے لئے مقرر کی گئی ہے۔ وہ خود زینت کا باعث بن جاتی ہے۔

یہ میلان ابتداء میں ان غیر احمدی مستورات میں شروع ہوا۔ جو ایک طرف تو اپنے واسطے پردہ کی حدود سے آزادی چاہتی تھیں۔ اور دوسری طرف ظاہرداری کے طور پر اسلام کا نام بھی رکھنا چاہتی تھیں۔ اس طرح انہوں نے اپنے لئے گویا ایک بین بین کی صورت تجویز کر لی۔ تاکہ پردہ بھی رہے۔ اور زینت کا اظہار بھی ہو جائے ... ...

... ... اور پھر ان مستورات کے اثر کے ماتحت بعض احمدی مستورات میں بھی یہ مرض پہنچ گیا۔ لیکن ظاہر ہے۔ کہ ایسا برقعہ جو خود زینت کا باعث ہو۔ قطعاً اسلامی پردہ کے مفہوم کو پورا نہیں کرتا بلکہ اس کے سراسر خلاف ہے۔ یہ ایسا ہی ہے۔ جیسا کہ عورت ایک خوبصورت قمیص زیب بدن کرے اور پھر اس قمیص کی خوبصورتی کو چھپانے کے لئے اس کے اوپر ایک اور خوبصورت قمیص پہن لے۔ بہر حال اس قسم کا زیبائشی برقعہ قطعاً اسلامی تعلیم کے خلاف ہے۔ اور ہماری مستورات کو اس قسم کے برقعوں سے بالکل اجتناب کرنا چاہیئے۔ ہم ان کے برقعہ کی ساخت اور کپڑے اور رنگ میں دخل نہیں دیتے۔ لیکن اس بات کی قطعاً اجازت نہیں دے سکتے۔ کہ برقعہ جو زینت کے چھپانے کے لئے مقرر ہے۔ وہ خود زینت کا باعث بن جائے۔ کیونکہ ایسا طریق اسلامی تعلیم کے صریح خلاف ہے۔ اور مزید براں اس میں یہ بھی خطرہ ہے۔ کہ برقعہ کے اندر بھی عورتوں کی ایک حد تک

Digitized by Khilafat Library Rabwah

شناخت ہو جاتی ہے۔ اور گو افراد کا پتہ نہ چلے۔ مگر اس حد تک پتہ چل جاتا ہے۔ کہ یہ عورت کس طبقہ سے تعلق رکھتی ہے۔ حالانکہ ایسا علم بعض حالات میں فتنہ اور شرارت کا ذریعہ بنایا جاسکتا ہے۔

اسی اصول کے ماتحت گذشتہ ایام میں نظارت تعلیم وتربیت کی تحریک پر لجنہ اماء اللہ قادیان نے یہ قانون بنایا تھا۔ کہ آئندہ لجنہ کی کوئی ممبر سفید اور سیاہ رنگ کے سوا کسی قسم کا برقعہ استعمال نہ کرے اور ان دو رنگوں میں بھی یہ شرط ملحوظ رہے کہ برقعہ کا کپڑا اپنی بناوٹ وغیرہ کے لحاظ سے اپنے اندر کسی قسم کی سجاوٹ نہ رکھتا ہو۔ بلکہ بالکل سادہ ہو۔ جس کی غرض محض زینت کا چھپانا ہو۔ مجھے افسوس ہے۔ کہ لجنہ نے یہ قانون پاس کر کے پھر اس کی سختی کے ساتھ نگرانی نہیں کی۔ چنانچہ ابھی تک بعض مثالیں اس کے خلاف پائی جاتی ہیں۔ مگر اس جگہ میری غرض لجنہ کی کسی غلطی کی طرف اشارہ کرنا نہیں ہے بلکہ غرض ہے۔ کہ ہماری جماعت بلا استثناء لجنہ ہو۔ یا غیر لجنہ قادیان ہو۔ یا غیر قادیان یہ طریق مدنظر رہنا چاہیئے۔ کہ کسی احمدی عورت کا برقعہ ایسا نہ ہو۔ جو کسی جہت سے بھی زینت کو چھپانے کی بجائے خود زینت کا موجب سمجھا جائے۔ بے شک اگر ایک عورت میل خورہ ہونے کی وجہ سے سیاہ رنگ کو زیادہ پسند کرتی ہے۔ تو وہ سیاہ رنگ کا برقعہ استعمال کرے۔ لیکن برقعہ خواہ سفید ہو یا سیاہ کسی صورت میں اس کی ساخت اور کپڑا اور رنگ باعثِ زینت نہیں ہونے چاہئیں۔ مثلاً ہو سکتا ہے۔ کہ ایک برقعہ ہے تو سفید یا سیاہ رنگ کا۔ مگر اس کے کپڑے میں بیل بوٹوں اور پھولوں وغیرہ سے سجاوٹ کی گئی ہے۔ یا کوئی سجاوٹ تو نہیں ہے۔ مگر ویسے اس کا رنگ ہی ایسا شوخ اور چمکدار ہے۔ کہ وہ زینت کا باعث سمجھا جاسکتا ہے۔ اور لوگوں کی نظروں کو اپنی طرف کھینچتا ہے۔ تو وہ باوجود محض سفید یا سیاہ ہونے کے قابلِ اعتراض ہوگا۔ کیونکہ وہ بجائے زینت کو چھپانے کے خود زینت کا باعث ہے۔ اور اس کا استعمال اس غرض کو پورا نہیں کرتا۔ جو چادر یا برقعہ کے استعمال میں اسلام نے مقرر کی ہے۔

خلاصہ کلام یہ کہ اسلام نے چادر اور برقعہ کی بناوٹ یا تفاصیل میں تو بے شک دخل نہیں دیا۔ مگر بہرحال اسلامی تعلیم کے ماتحت وہ ایسے ہونے چاہئیں۔ جو پردہ کی شرائط کو پورا کرنے والے ہوں۔ پردہ کی اسلامی شرائط کی روشنی میں میں سمجھتا ہوں۔ کہ ایک برقعہ میں مندرجہ ذیل باتوں کا پایا جانا ضروری ہے:۔

برقعہ کیسا ہونا چاہئیے

۱۔ برقعہ کی ساخت خواہ ویسے کسی قسم کی ہو۔ مگر بہرحال وہ ایسی ہونی چاہیئے۔ کہ برقعہ اسلامی پردہ کی غرض وغایت کے ماتحت عورت کے بدن اور لباس کی زینت کو چھپانے والا ہو۔ اور بدن یا لباس کا کوئی حصہ جو چھپانے کے قابل ہے وہ ننگا نہ رہے۔ نیز برقعہ ایسا تنگ بھی نہ ہو۔ کہ اس کی تنگی کے باعث عورت کے بدن کی ساخت ظاہر ہونے لگے۔

۲۔ برقعہ کا کپڑا ایسا نہیں ہونا چاہیئے۔ کہ جو خود زینت کا موجب ہو۔ مثلاً پھول دار کپڑا۔ یا شوخ چمکدار رنگ کا کپڑا ناجائز سمجھے جائیں گے۔

۳۔ برقعہ کسی رنگ کا ہو سکتا ہے۔ لیکن چونکہ سیاہ اور سفید کے سوا باقی رنگوں میں بالعموم کسی نہ کسی جہت سے زینت کا دخل آجاتا ہے۔ اس لئے حتی الوسع صرف انہی دو رنگوں پر اکتفا کرنی چاہیئے۔ لیکن اگر کوئی اور رنگ ایسا ہو۔ جس میں کسی جہت سے زیبائش اور خوبصورتی کا دخل نہ سمجھا جائے تو اس میں حرج نہیں ہے۔ مگر بہتر یہی ہے۔ کہ انہی دو رنگوں پر اکتفا کی جائے۔ تاکہ ٹھوکر کا امکان نہ رہے۔

۴۔ کسی اور جہت سے بھی برقعہ زینت کا موجب نہیں ہونا چاہیئے۔

اگر ہماری بہنیں برقعہ کے متعلق ان چار شرائط کو ملحوظ رکھیں۔ اور ہمارے بھائی اپنی مستورات سے ان شرائط کی پابندی کرائیں۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ جہاں تک برقعہ کا تعلق ہے۔ ہم صحیح اسلامی پردہ پر قائم ہو جاتے ہیں۔ اور کسی شخص کو ہمارے خلاف اعتراض کرنے کی جرأت نہیں ہو سکتی۔ میں امید کرتا ہوں۔ کہ قادیان اور بیرونجات کی لجنات بھی اپنے اپنے حلقہ میں ان شرائط کی پابندی کروانے کی طرف توجہ دیں گی۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کے ساتھ ہو۔ اور ہر بات میں اپنی رضا کے رستہ پر چلنے کی توفیق دے آمین۔ پردہ کے بعض دوسرے پہلوؤں کے متعلق انشاء اللہ کسی اور فرصت میں عرض کروں گا۔ وما توفیقی الا باللہ۔

چین جاپان کی جنگ

شائد بہت کم لوگوں کو معلوم ہوگا۔ کہ چین جاپان کی موجودہ جنگ کیوں شروع ہوئی؟ تین ماہ کا عرصہ ہوا ہے۔ کہ جاپانی سپاہی پکنگ کے قریب فوجی مظاہرہ (جنگی نمائش) کر رہے تھے۔ کہ انہیں سے بعض نے چینی علاقہ میں داخل ہونے کی کوشش کی۔ لیکن چینی پہرہ دار نے ان پر گولی چلا دی۔ اس کے دو تین ہفتہ بعد جاپانی فوجیوں کی ایک پارٹی نے جبراً اپنی موٹر چینی ہوائی جہازوں کے میدان میں لیجانے کی کوشش کی۔ پھاٹک پر ایستادہ چینی پہرہ دار نے انہیں منع کیا۔ لیکن وہ باز نہ آئے۔ دونوں طرف سے گولیاں چلنے لگیں۔ اس باہمی چپقلش میں دو چینی اور دو جاپانی سپاہی کام آئے۔ جس کے بعد جاپانی بیڑہ کو بجانب تام شنگھائی جانے کا حکم دیا گیا۔ گویا وہ معمولی سے حوادث ایک خونریز جنگ کا بہانہ بن گئے۔ جس میں

ثنائی مشن

ثنائی وساوس کا استیصال

(از مولوی عبدالرحمن صاحب مبشر مولوی فاضل جامعہ احمدیہ قادیان)

افلا یتدبرون القرآن ام علیٰ قلوبٍ اقفالہا۔

اخبار اہلحدیث مجریہ ۱۸ مارچ ۱۹۳۸ء میں "شراب کی وجہ سے دس اشخاص پر لعنت" کے عنوان سے ایک مضمون چھپا ہے۔ جس میں اس حدیث کی بنا پر جس کا مضمون یہ ہے۔ کہ آنحضرتؐ نے دس اشخاص پر شراب کی وجہ سے لعنت فرمائی۔ شراب بنانے والے اور بنوانے والے۔ پینے والے۔ اٹھانیوالے (مزدور) اور جس کی طرف اٹھا کر لائی جائے۔ پلانیوالے بیچنے والے۔ اور اس کا دام کھانے والے۔ خریدنیوالے اور جس کے لئے خریدی جائے۔ درج کرنے کے بعد مولوی ثناء اللہ صاحب لکھتے ہیں۔ "مطلب حدیث مذکور کا یہ ہے۔ کہ جس کو شراب کے ساتھ ذرہ بھی تعلق ہو بنانے میں یا بیچنے میں یا بکوانے میں یا ترغیب دینے میں یہ سب لعنت کے مورد ہیں۔ یہ حدیث بیان کر کے ہم ایک حوالہ قادیانی اخبار سے نقل کرتے ہیں۔" آگے مولوی ثناء اللہ صاحب نے میر مہدی حسین صاحب کے مضمون مندرجہ الحکم سے میر صاحب کی ایک روایت نقل کی ہے۔ کہ میر مہدی حسین صاحب فرماتے ہیں:۔

"حضور (مرزا صاحب) نے مجھے لاہور سے بعض اشیاء لانے کے لئے ایک فہرست لکھ کر دی جب میں چلنے لگا۔ تو پیر منظور محمد صاحب نے مجھے روپیہ دیکر کہا کہ دو بوتل برانڈی کی میری اہلیہ کے لئے پلومر کی دوکان سے لیتے آویں۔ میں نے کہا اگر فرصت ہوئی تو لیتا آؤں گا۔ پیر صاحب فوراً حضرت اقدس (مرزا صاحب) کی خدمت میں گئے۔ اور کہا کہ حضور مہدی حسین میرے لئے برانڈی کی بوتلیں نہیں لائیں گے۔ حضور اُن کو تاکید فرمائیں۔ حقیقتاً میرا ارادہ لانے کا نہ تھا۔ اس پر حضور اقدس (مرزا صاحب) نے مجھے بلا کر فرمایا۔ کہ "میاں مہدی حسین جب تک تم برانڈی کی بوتلیں نہ لے لو لاہور سے پروانہ نہ ہونا"۔ میں نے سمجھ لیا۔ کہ اب میرے لئے لانا لازمی ہے۔ میں نے پلومر کی دوکان سے دو بوتلیں برانڈی کی غالباً چار روپیہ میں خرید کر پیر صاحب کو لادیں۔" الحکم قادیان ۷ نومبر ۱۹۳۷ء ص ۳

علماء قادیان سے سوال

حدیث مرقوم اور عبارت الحکم سامنے رکھ کر بتائیں کہ برانڈی ولایتی شراب لانے کا حکم دینے سے مرزا صاحب حدیث مذکورہ کے اقسام عشرہ میں سے کس قسم میں داخل ہیں۔" اہلحدیث مذکورہ ص ۵۔

الجواب الاول

مولوی صاحب کا یہ اعتراض محض سطحی اور اسلامی تعلیم اور اس کی حقیقی روح کو نہ سمجھنے کی بناء پر ہے۔ ورنہ انہیں کبھی وہم بھی نہ ہوتا۔ کہ نعوذ باللہ حضرت سیدنا مسیح موعودؑ حدیث مذکورہ کے الفاظ کا مورد ہو سکتے ہیں۔ حاشا وکلا ایسا وہم کرنا بھی خود انسان کو مفتی بنا دیتا ہے۔ اسلامی تعلیم بالکل واضح ہے۔ اور کوئی عقدہ ایسا نہیں جو اس کی روشنی میں حل نہ کیا جاسکتا ہو۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔ کلوا مما فی الارض حلالاً طیباً۔ حلال پاکیزہ کھاؤ۔ پھر یہ بھی فرمایا۔ انما حرم علیکم المیتۃ والدم ولحم الخنزیر وما اھل بہ لغیر اللہ۔ یعنی تم پر صرف اس نے مردار خون۔ سؤر کا گوشت اور جس پر غیر اللہ کا نام لیا جاوے حرام کیا ہے۔ ان دونوں واضح حکموں کی موجودگی میں ایک ایسا وقت بھی آجاتا ہے۔ جبکہ یہ حرام حلال بن جاتے ہیں۔ جیسا کہ فرمایا فمن اضطر غیر باغٍ ولا عادٍ فلا اثم علیہ یعنی جو شخص مضطر اور مجبور ہو۔ اگر وہ کھالے تو اس پر کوئی گناہ نہیں۔ یہاں منشاء خداوندی صرف اس قدر ہے۔ کہ اگر کسی کی جان جاتی ہو۔ تو اس کو بچانا اس کا فرض ہے۔ اور اس وقت اس کے لئے حرام کا کھانا حلال اور جائز ہے۔ سؤر اور مردار کی حرمت نہ اس کے سدِ راہ ہو سکتی ہے اور نہ عقاب خداوندی کا وہ مورد ہو سکتا ہے۔ یہ پاکیزہ اصل اسلامی تعلیم میں موجود ہے۔ جس پر قیاس کرتے ہوئے کہا جاسکتا ہے۔ کہ اگر کسی کی جان عزیز جاتی ہو۔ اور اس کے سوا کوئی چارہ نہ ہو۔ کہ صرف اور صرف برانڈی دینے سے اس کی جان بچ سکتی ہو۔ تو اس وقت ڈاکٹری مشورے سے اسے برانڈی دینا ممنوع نہیں بلکہ جائز ہوگا۔ میرا یہ منشاء ہرگز نہیں۔ کہ ضرور ہی شراب دی جائے۔ اگر کسی اور صورت سے اس کی جان بچائی جاسکتی ہے۔ تو وہ صورت اختیار کرنی مقدم ہوگی۔ اور ایسی ارشاد خداوندی فلا اثم علیہ صادق آئے گا۔ نہ کہ عذاب یا گناہ۔ یہی حالت یہاں پیش آئی۔ مکرمی پیر منظور محمد صاحب کو ایک سِل کی مریضہ کے لئے ڈاکٹری مشورے کے ماتحت ایک بوتل منگوانی پڑی۔ دوسری بوتل کاڈ لور آئل کے عرق کی تھی۔ میر مہدی حسین صاحب نے سہواً دو بوتل بیان کی ہیں۔ پس چونکہ یہ چیز فمن اضطر میں داخل ہے۔ اس لئے فلا اثم علیہ اس پر صادق آتا ہے یعنی اللہ کی طرف سے کوئی گناہ نہیں۔

الجواب الثانی

اوپر ایک آیت کلوا مما فی الارض حلالاً طیباً درج کر چکا ہوں۔ پیشاب کسی مذہب میں نہ حلال ہے اور نہ طیب اور اسلامی تعلیم میں تو اس کے متعلق اس قدر وعید آئی ہے۔ کہ بعض لوگوں کو اس بے احتیاطی کی وجہ سے عذاب قبر ہوگا چنانچہ ایسی قبیح چیز کو نہ صرف ایک وقت جائز قرار دیا۔ بلکہ بعض بیماروں کو اس کے پینے کا خود شارع علیہ السلام نے

حکم دیا۔ صحاح ستہ میں ایک حدیث آتی ہے جس کا مضمون یہ ہے۔ کہ عن انس قال قدم علی النبی نفرٌ من عکل فاسلموا فاجتووا المدینۃ فامرھم ان یأتوا ابل الصدقۃ فیشربوا من ابوالھا والبانھا ففعلوا فصحوا الخ متفق علیہ (مشکوٰۃ باب قتل اھل الردۃ والسعاۃ بالفساد) یعنی انسؓ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس عکل قبیلہ کے چند اشخاص آئے۔ پس وہ اسلام لائے۔ اور انہیں مدینہ کی آب و ہوا ناموافق آئی۔ تو آنحضرت صلعم نے انہیں حکم دیا۔ کہ وہ صدقہ کے اونٹوں میں جائیں۔ اور ان کے پیشاب اور دودھ پئیں۔ پس انہوں نے ایسا کیا۔ اور تندرست ہوگئے۔ پس اس حدیث سے صاف واضح ہوتا ہے۔ کہ پیشاب جیسی ناپاک چیز بھی مریض کو اگر ضرورت پڑے۔ تو دی جاسکتی ہے۔ اسی طرح شراب گو ناپاک اور حد درجہ پلید اور قبیح چیز ہے۔ اگر ڈاکٹری مشورے سے دینی پڑے تو دی جاسکتی ہے ✤

الجواب الثالث

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو شراب سے جس قدر نفرت تھی۔ وہ حضور کی تحریرات سے واضح ہے۔ حضور نے اپنی مختلف تصانیف میں اس کی قباحت کو بیان کیا اور اس کے پینے سے منع فرمایا۔ نہ صرف یہ کہ کسی رنگ میں خود ہی کبھی استعمال نہیں کی۔ بلکہ دوسروں کو بھی اس کے استعمال سے منع فرمایا۔ چنانچہ حضور کشتی نوح کے صفحہ ۲۶ پر قرآنی اور انجیلی تعلیم کا مقابلہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"قرآن تمہیں انجیل کی طرح یہ نہیں کہتا۔ کہ اتنی شراب مت پیؤ۔ کہ مست ہوجاؤ۔ بلکہ وہ کہتا ہے کہ ہرگز نہ پی۔ ورنہ تجھے خدا کی راہ نہیں ملے گی۔ اور خدا تجھ سے ہمکلام نہ ہوگا۔ اور نہ پلیدیوں سے پاک کرے گا۔ اور وہ کہتا ہے۔ کہ یہ شیطان کی ایجاد ہے۔ تم اس سے بچو"

پھر صفحہ ۷۵ پر فرماتے ہیں:۔

"ہر ایک امیر جو شراب پیتا ہے۔ اس کی گردن پر ان لوگوں کا بھی گناہ ہے۔ جو اس کے ماتحت ہوکر شراب میں شریک ہیں۔ اے عقلمندو یہ دنیا ہمیشہ کی جگہ نہیں۔ تم سنبھل جاؤ۔ تم ہر ایک بے اعتدالی چھوڑ دو۔ ہر ایک نشہ کی چیز کو ترک کرو۔ انسان کو تباہ کرنے والی صرف شراب ہی نہیں۔ بلکہ افیون۔ گانجہ۔ چرس۔ بھنگ۔ تاڑی اور ہر ایک نشہ جو ہمیشہ کے لئے عادت کرجاتا ہے۔ وہ دماغ کو خراب کرتا اور آخر ہلاک کرتا ہے۔ سو تم اس سے بچو"

پس حضرت مسیح موعودؑ کی یہ تعلیم محکمات میں سے ہے۔ حضور کے متعلق دوسری اس قسم کی روایات کو ان کے تابع کرنا پڑیگا۔ ہاں واما الذین فی قلوبھم زیغ فیتبعون ما تشابہ منہ وابتغاء تاویلہ کی بنا پر جو لوگ کج دل کج دماغ اور کج رفتار ہیں وہ متشابہات کے پیچھے پڑتے ہیں۔ ہمیں بھی انہیں سیدھا کرنے کے لئے ان کا پیچھا محکمات سے کرنا پڑتا ہے ✤

بالآخر مضمون کو ختم کرنے سے قبل اس بات کا بھی جواب دینا ضروری سمجھتا ہوں۔ کہ بعض احادیث میں آیا ہے۔ کہ حرام سے علاج نہیں کرنا چاہیئے۔ اور شراب دوا نہیں بلکہ بیماری ہے۔ تو اس کا مطلب صرف اس قدر ہے۔ کہ ایسے زمانے میں جبکہ شراب کی ممانعت تازہ ہوئی تھی۔ ضروری تھا۔ کہ اسکے متعلق سخت ممانعت کی جاتی۔ اور ایسی نفرت دلائی جاتی۔ اور اتنی سختی کی جاتی۔ کہ کسی کمزور طبع کو کسی بھی بہانے سے اس کے استعمال کا موقع نہ ملتا۔ چنانچہ ابتدار میں اس کے برتن بھی تڑوا دیئے گئے۔ مگر جب اس کے متعلق دلوں میں اچھی طرح نفرت بیٹھ گئی۔ اور اسکی قباحت پوری طرح واضح ہوگئی۔ تو پھر اس کے برتنوں کے استعمال کی بھی اجازت دی گئی۔ پس اس قسم کی حدیثوں کا مطلب صرف اس کی شناعت کو شدید کرنا اور ابتدائی مرحلہ کو پختہ کرنا تھا۔ ورنہ جیسا کہ میں بیان کرچکا ہوں۔ ایک ناپاک چیز سے آنحضرت صلعم نے خود بعض بیماریوں کا علاج کیا۔ اب اگر مولوی صاحب نے مزید بحث اٹھائی تو انشاء اللہ ہم پھر خدمت کرنے کے لئے حاضر ہیں۔

میں نہایت مؤدبانہ مولوی صاحب کی خدمت میں عرض کرتا ہوں۔ کہ اب تو وہ بوڑھے ہوچکے ہیں۔ انہوں نے بچپن سے لیکر بڑھاپے تک مخالفت کی۔ اور انتہائی مخالفت کی۔ لیکن انہوں نے دیکھ لیا۔ کہ

کبھی رُکتے نہیں ہرگز خدا کے کام بندوں سے
بھلا خالق کے آگے خلق کی کچھ پیش جاتی ہے

اب اس آخری وقت میں وہ توبہ کریں۔ اور خدا کے برگزیدہ پر ایمان لاکر اپنے پچھلے گناہوں کی تلافی کریں اور دنیا کے لئے اپنی عاقبت خراب نہ کریں۔ اور وما الحیٰوۃ الدنیا الا متاع الغرور کو یاد رکھیں۔ میری دلی دعا ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ اُن کو ہدایت دے۔ اے خدا تو ایسا ہی کر۔ آمین ✤

گرفتاری پر انعام

سپرنٹنڈنٹ پولیس امرتسر کے حکم سے امرتسر کی دیواروں پر گورمکھی اردو، اور انگریزی زبان میں اشتہارات چسپاں کردیئے گئے ہیں۔ ان اشتہاروں میں اعلان کردیا گیا ہے۔ کہ فتح وال کے مقدمات قتل کے سلسلہ میں چھینے کا اچھر سنگھ اور سرگودھے کا پریتم سنگھ روپوش ہوچکے ہیں۔ جو شخص انہیں گرفتار کرائے گا۔ اسے اڑھائی سو روپیہ انعام دیا جائیگا۔ ان دونو کے علاوہ ایک اور سکھ جوگندر سنگھ کی گرفتاری کے لئے ایک سو روپیہ انعام کا اعلان کیا ہے۔ پولیس نے ان پر قتل کی وارداتوں کے الزام لگائے ہیں۔ یہ تینوں کانگرس کے سرکردہ لیڈر رہیں۔

تفریحی کالم

ہمعصر "شیر پنجاب" "لاہور" نے اپنی ۳ر اپریل کی اشاعت میں صفحہ ۹ پر ایک نوٹ لکھا ہے جس کا عنوان ہے "ماسٹر تارا سنگھ جھوٹ بولتے ہیں" اور پھر صفحہ ۱۱ پر "دروغگو را حافظہ نباشد" کی بغلی سُرخی سے ایک دلچسپ لطیفہ درج کیا ہے۔ جس کو ہم ناظرین فاروق کی تفنن طبع کے لئے تفریحی کالم میں باختصار نقل کرتے ہیں۔ ارشاد ہوتا ہے۔ کہ:۔

"ماسٹر تارا سنگھ نے سر سکندر حیات خان سے یہ بیان منسوب کرکے ان کے اور سر سندر سنگھ مجیٹھیہ کے خلاف سخت نکتہ چینی کی تھی۔ کہ "شہید گنج کو پارک بنا دیا جائیگا" یا آنے والے گوردوارہ انتخابات میں سر سندر سنگھ مجیٹھیہ کی پارٹی کے کامیاب ہوجانے کی اُمید ہے۔ اس پارٹی سے شہید گنج کے متعلق مسلمانوں کا سمجھوتہ ہوجائیگا"

"سر سکندر حیات اور سر سندر سنگھ مجیٹھیہ نے ماسٹر تارا سنگھ کے اس بیان کی تردید کی۔ اور لکھا کہ یہ دونو باتیں انہوں نے خود محض اس لئے گھڑ لی ہیں۔ کہ اگلے گوردوارہ انتخابات میں غلط فہمی پھیلا کر فائدہ اُٹھائیں۔ ورنہ سر سکندر نے ایسی کوئی بات نہیں کہی"

اس پر ماسٹر تارا سنگھ نے اپنے اس جھوٹ پر پردہ ڈالنے کے لئے ایک اور جھوٹ بولا کہ مجھے سر سکندر حیات کے متذکرہ بالا بیانات کی اطلاع ملک برکت علی نے دی تھی۔ ماسٹر صاحب کو یقین تھا۔ کہ ملک برکت علی سر سکندر کے مخالف ہیں۔ اس لئے وہ اس جھوٹ کی اشاعت میں ان سے اشتراک عمل کرینگے لیکن ملک برکت علی صاحب ماسٹر تارا سنگھ کی سطح پر ابھی نہیں پہنچے۔ انہوں نے اخبار "احسان" میں اعلان کردیا ہے۔ کہ ماسٹر تارا سنگھ جھوٹ بولتے ہیں۔ میں نے کسی آدمی سے اس قسم کی گفتگو نہیں کی۔ ماسٹر صاحب کا یہ بیان سفید جھوٹ اور بالکل بے بنیاد ہے۔ اس میں صداقت کا ایک ذرہ نہیں" آگے آپ لطیفہ لکھکر ماسٹر تارا سنگھ پر چسپاں کرتے ہیں۔

دروغگو را حافظہ نباشد

"ایک صوبیدار میجر صاحب نے جو پنشن پر ریٹائر ہوچکے تھے۔ نئی نویلی کم عمر عورت سے شادی رچائی۔ شادی کرکے عورت کو اپنے ہمراہ گھر لئے جارہے تھے لیکن ٹکٹ خریدنے کی بجائے اپنے سالے کے ریلوے پاس پر سفر کیا۔ آپ کا سالا بزرگوار بھی فوجی افسر تھا۔ رستہ میں ایک جگہ ٹی ٹی نظر پڑا۔ صوبیدار صاحب شراب کے نشہ کے زیر اثر تھے۔ خیال آیا۔ کہ کہیں ٹی ٹی کے سامنے نئی بیوی یعنی دھرم پتنی یا وائف صاحبہ راستی فتنہ انگیز والا سچ نہ بول دیں۔ اور مفت میں پکڑے جائیں۔ اپنی گاڑی سے اُترے زنانہ گاڑی کے قریب گئے۔ اور اپنی بیوی سے فرمانے لگے۔ اگر ٹی ٹی تم سے پوچھے۔ کہ تم کون ہو۔ تو کہنا میں صوبیدار تھمن سنگھ کی بیوی ہوں۔ اگر تم نے میرا نام لیا تو بڑا فضیحتا ہوگا ہم تھمن سنگھ کے پاس پر سفر کررہے ہیں۔ بیوی نے گھونگٹ میں سے ہی کہا۔ کہ میں اپنے بھرانوں اپنا خصم کداں کہدیاں (میں اپنے بھائی کو اپنا خاوند کیسے کہہ دوں)

صوبیدار میجر:۔ کوئی پرواہ نہیں زبانی ہی کہنا ہے کوئی تحریری معاہدہ تھوڑا ہونے لگا ہے۔ کہ کل مکر نہ سکوگی ✤

بدقسمتی دیکھئے کہ کمبخت ٹی ٹی قریب کھڑا میاں بیوی یا بہن بھائی کی ساری گفتگو سُن رہا تھا۔ اگر صوبیدار میجر صاحب اس قدر ہوشیاری سے کام نہ لیتے تو معاملہ دبا رہتا۔ اور ٹی ٹی کو علم ہی نہ ہونے پاتا۔ ٹی ٹی اگلے سٹیشن پر بلائے ناگہانی کی طرح آوارد ہؤا۔ اور صوبیدار میجر صاحب کا پاس دیکھا۔ بدقسمتی دیکھئے کہ پاس پر تو صوبیدار تھمن سنگھ کا نام تھا اور سوٹ کیسوں پر جو کمرہ میں پڑے تھے۔ صوبیدار میجر رچھپال سنگھ لکھا تھا۔ ٹی ٹی نے پہلے بغور سوٹ کیسوں کو دیکھا۔ بعد ازاں سردار صاحب سے پوچھا۔ جناب کا اسم شریف؟

صوبیدار میجر:۔ صوبیدار تھمن سنگھ۔

ٹی ٹی:۔ صوبیدار میجر رچھپال سنگھ آپ کے کیا لگتے ہیں؟

صوبیدار میجر:۔ مجھے کیا معلوم ہے۔ صوبیدار میجر پالا سنگھ کس سالے کا نام ہے؟

ٹی ٹی:۔ تو یہ سوٹ کیس کس کے ہیں؟

صوبیدار میجر:۔ سوٹ کیس میرے ہیں۔

ٹی ٹی:۔ مگر ان پر نام صوبیدار میجر رچھپال سنگھ کا لکھا ہے۔ چوری مال تو نہیں۔ دروغ گو را حافظہ نباشد پھنس گئے۔ صوبیدار میجر نے بیردی کے چکر میں آخر ہاتھ جوڑ دیئے۔ ٹی ٹی کے پاؤں پکڑ لئے۔ اور ساری حقیقت بیان کردی۔ ٹی۔ ٹی نے لکھوا لیا۔ کہ میں صوبیدار تھمن سنگھ کے ٹکٹ پر سفر کررہا تھا۔

وہاں سے ہٹ کے ٹی ٹی زنانہ ڈبہ میں پہنچا۔ سردارنی صاحبہ سے پوچھا۔ کہ آپ کے شوہر کا نام کیا ہے؟

صوبیدارنی:۔ صوبیدار تھمن سنگھ۔

ٹی ٹی:۔ آپ کے بھائی کا نام کیا ہے؟

صوبیدارنی:۔ خاموش۔

ٹی ٹی:۔ کیا آپ کے بھائی کا نام صوبیدار میجر پال سنگھ ہے؟

صوبیدارنی:۔ اجی ایداں نہ کہو (اجی ایسا مت کہو)

غرضیکہ دونوں نے اقبال جرم کرلیا۔ آخر ٹی ٹی کو تین گنا کرایہ بھی دیا۔ معافی بھی مانگی۔ پاؤں بھی پکڑے۔ اور دس بیس روپے نذر کئے۔ تب گلو خلاصی ہوئی۔ ورنہ سالے کی نوکری جاتی رہتی۔ اور بہنوئی کی پنشن۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

Digitized by Khilafat Library Rabwah

خبروں کا انتخاب

——نیپال کے کسی رانا کی نوجوان لڑکی اپنے ٹیوٹر کے ساتھ بھاگ گئی۔ اس لڑکی نے جس کا نام اِبن ڈی دیوی ہے۔ بنارس کی ایک عدالت میں حاضر ہو کر بیان دیا ہے۔ کہ اس کے ٹیوٹر بھٹ نارائن نے اسے اغوا نہیں کیا۔ بلکہ وہ اپنی رضامندی سے اس کے ساتھ بھاگ گئی تھی۔ اور کہ اس نے اس سے شادی کر لی ہے۔

——۹؍مارچ کو آل انڈیا چرخہ سنگھ کی میٹنگ میں تقریر کرتے ہوئے مسٹر گاندھی جی نے تجویز پیش کی۔ کہ کھدر کی قیمتوں کا تعین اس طرح کیا جائے کہ امیروں سے زیادہ اور غریبوں سے کم قیمت وصول کی جا سکے۔

——گوردوارہ ننکانہ کمیٹی کے خلاف مذہبی سکھ کچھ عرصہ سے ستیاگرہ کر رہے ہیں۔ کہ وہ کمیٹی گوردوارہ کے کسی خاص جگہ پر دیوان منعقد کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن سکھ یہ برداشت کرنے کو تیار نہیں۔ اس سلسلہ میں اب تک سو سے اوپر گرفتاریاں ہو چکی ہیں۔

——یکم اپریل سے ہندوستان سے برما کے لئے محصول ڈاک کی مندرجہ ذیل شرح ہو گی۔ پوسٹ کارڈ ایک آنہ۔ جوابی ۲؍۔ ڈیڑھ تولہ وزنی لفافہ پر ڈیڑھ آنے کا ٹکٹ لگے گا۔ اور اس سے زائد فی تولہ یا اس کے حصے کے لئے ایک آنہ۔ رجسٹرڈ اخبارات کے فی پرچہ کے لئے جس کا وزن دس تولہ ہو گا ۶ پائی کا ٹکٹ لگیگا۔

——(ماسکو ۲۹؍مارچ) اعلان کیا گیا ہے۔ کہ ۹ مقامی سوویٹ لیڈروں کو غداری کرنے کے جرم میں موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔ بڑی کورٹ نے ان سب کو پھانسی کی سزا دی۔

——(پیپن ۳۰؍مارچ) جاپانی کمک شمالی چین سے شنشنگ کے محاذ جنگ کی طرف بڑھ رہی ہے اس مقام پر فیصلہ کن جنگ کرنے کے لئے چینی اور جاپانی حکام دونو کمک بھیج رہے ہیں۔ چینی فوج وسیع پیمانہ پر حملہ کرنے کی تیاریاں کر رہی ہے۔

——روس کے ڈکٹیٹر سٹالن کو زہر دیکر ہلاک کرنے کی کوشش کی گئی۔

——مرکزی اسمبلی کی میعاد میں اکتوبر ۱۹۳۹ء تک توسیع کر دی گئی ہے۔

——نواب بگٹی کو تخت سے اتار دیا گیا ہے۔

——کامریڈ اجے کمار گھوش کو پنجاب بدر کر دیا گیا ہے۔

——لاہور مسلم بنک آف انڈیا جو مسلمانوں کا ایک ہی بنک ہے ٹوٹ گیا ہے۔

——مسٹر جناح کی لڑکی ایک پارسی نوجوان سے شادی کرنا چاہتی ہے۔

——بچوں کے اغوا کے سلسلہ میں ایک درجن پٹھانوں کو گرفتار کیا گیا ہے۔

——الہ آباد میں فرقہ وارانہ فساد کے سلسلہ میں دو صد گرفتاریاں عمل میں آئی ہیں۔

——وزیرستان میں قبائلی ڈاکو بم استعمال کرنے لگے ہیں۔

——معلوم ہوا ہے۔ کہ اب جنگ میں جو ہوائی جہاز بم باری کرنے جایا کریں گے۔ ان پر کوئی ڈرائیور نہیں ہو گا۔ بلکہ وہ خود ہی اڑیں گے۔ اور خود ہی بم بھی برسائیں گے۔ اور مرکزی ہوائی اسٹیشن ان کو وائرلیس کے ذریعہ کنٹرول کرتا رہے گا۔ ایسی صورت میں ہوائی جہاز خواہ بم باری کے بعد واپس آ جائیں۔ خواہ گولیوں کا نشانہ ہو کر وہیں گر پڑیں۔ دونوں صورتوں میں بمباری کا مقصد پورا ہوتا رہے گا۔

——شیخ جامعہ ازہر (مصر) کے نام چین کے ایک مسلمان نے مراسلہ بھیجا ہے۔ جس میں چین کی ان مساجد کے اعداد و شمار دیئے گئے ہیں۔ جو جاپانی حملوں سے منہدم ہو گئی ہیں۔ چینی عالم رقمطراز ہے۔ کہ جاپانی فوج نے حملہ کے وقت مسلمانوں اور بت پرستوں کی عبادت گاہوں میں کوئی امتیاز نہیں رکھا۔

——اطلاع آئی ہے۔ کہ حکومت فرانس نے جرمنی کو الٹی میٹم دیدیا ہے۔ کہ تم نے اگر زیکوسلوکیہ کو ترچھی نظر سے دیکھا۔ تو میں برطانیہ سے مشورہ کئے بغیر اکیلا ہی تم سے ٹکرا جاؤں گا۔ اس الٹی میٹم کی ایک نقل حکومت برطانیہ کو بھی بھیجدی ہے۔

——آج کل حکومت فرانس جنگ اسپین پر خصوصیت سے توجہ دے رہی ہے۔ کیونکہ سپین کے باغی اگر کامیاب ہو گئے۔ تو خطرہ ہے کہ فرانس ایک طرف جرمنی دوسری طرف اٹلی تیسری طرف سپینی باغیوں کے نرغے میں پھنس جائیگا۔ اس خطرے کے پیش نظر حکومت فرانس نے صاف الفاظ میں اعلان کر دیا ہے۔ کہ وہ حکومت اسپین کی امداد کرے گی۔

——آل انڈیا مسلم لیگ کا اجلاس ۱۸؍۱۹ اپریل ۱۹۳۸ء کو مسئلہ شہید گنج پر غور کرنے کے لئے کلکتہ میں منعقد ہو رہا ہے۔

——کابل ۲۷؍مارچ۔ حکومت افغانستان ایک ایسی سکیم پر غور کر رہی ہے۔ کہ جس کے مطابق کابل میں ایک خبر رساں ایجنسی قائم کی جائیگی۔ اور جس کی شاخیں افغانستان کے تمام اہم مقامات پر کھولی جائیں گی۔

——مکہ مکرمہ۔ اس سال میدان عرفات میں حجاج بیت الحرام کی تعداد کا اندازہ ایک لاکھ بیس ہزار لگایا گیا ہے۔

وصیتیں

۵۰۱۱ منکہ عبد اللہ ولد چوہدری خدا بخش قوم جٹ پیشہ زمینداری عمر ۵۳ سال تاریخ بیعت ۱۹۰۰ء ساکن گلانوالی ڈاک خانہ بٹالہ ضلع گورداسپور بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۲۱/۲/۳۸ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں:۔

اس وقت میری جائیداد منقولہ دو گھماؤں چھ کنال ہے۔ جو کہ مبلغ سات سو روپے میں رہن ہے اور جو قیمتی مبلغ سوا آٹھ سو روپے کی ہے۔ اگر وہ میری زندگی میں میرے حق میں فک ہو جائے۔ تو اس کے ۱/۱۰ حصہ کا صدر انجمن احمدیہ کو حق ہو گا۔ اور اس وقت میں اپنی آمد کا ۱/۱۰ حصہ داخل کرتا رہوں گا۔ جو قریباً مبلغ -/۱۰۰ سالانہ ہے۔ اور اگر میری وفات کے بعد کوئی اور میری جائداد ثابت ہو۔ تو اس کا بھی صدر انجمن احمدیہ کو ۱/۱۰ حصہ لینے کا حق ہو گا۔

گواہ شد:۔ محمد الدین کارکن دفتر ڈاک قادیان۔

العبد:۔ بقلم خود چوہدری عبد اللہ۔

گواہ شد:۔ عبد الحمید بقلم خود برادر خورد موصی۔

۵۰۱۲ منکہ رابعہ بی بی بیوہ ڈاکٹر حسن علی صاحب قوم قریشی عمر ۶۰ سال تاریخ بیعت ۱۹۰۴ء ساکن چک جھومرہ ۱۱۷ ڈاک خانہ سانگلہ ضلع شیخوپورہ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۲۸/۱۲/۳۷ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔ میری اس وقت جائیداد منقولہ و غیر منقولہ حسب ذیل ہے۔ نقد جو مجھے ترکہ خاوند سے ملا ۶۰۰ روپیہ۔ زیورات ڈنڈیاں مالیتی ۶۰ روپیہ حق مہر جو میرے خاوند کے ذمہ تھا۔ اور اب میرے پسران کے ذمہ ہے۔ اور انہوں نے ادا کرنے کا ذمہ اٹھایا ہے۔ ۲۰۰ ۔ حصہ مکان رہائشی ۶۰ کل تین سو روپیہ اس مبلغ تین صد روپیہ کے ۱/۱۰ حصہ کی بحق صدر انجمن احمدیہ وصیت کرتی ہوں۔ اور لکھ دیتی ہوں۔ کہ اگر اس کے بعد میری کوئی مرنے پر ثابت ہو۔ تو اس کے ۱/۱۰ حصہ کی مالک بھی صدر انجمن احمدیہ ہو گی۔

گواہ شد:۔ محمد اقبال ولد ڈاکٹر حسن علی صاحب مرحوم حوالدار ۱۱۲۷ ریلوے پولیس لائن لاہور۔ بقلم خود۔

العبد:۔ رابعہ بی بی نشان انگوٹھا۔

گواہ شد:۔ محمد محمود ولد ڈاکٹر حسن علی صاحب مرحوم کنسٹیبل ریلوے پولیس لائن لاہور۔ بقلم خود۔

۵۰۱۳ منکہ برکت علی ولد فتح محمد قوم ارائیں پیشہ ملازمت عمر ۳۶ سال تاریخ بیعت جولائی ۱۹۲۹ء ساکن موضع برجیاں کلاں ڈاک خانہ خاص تحصیل نکودر ضلع جالندھر بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۲۳/۱/۳۸ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں:۔

میری اس وقت حسب ذیل جائداد ہے۔ جس کی کل قیمت قریباً پانچ ہزار پانصد روپیہ ہے۔ لیکن میرا گذارہ اس جائداد پر نہیں۔ بلکہ ماہوار آمد پر ہے۔ جو کہ اس وقت ستائیس روپے ماہوار ہے۔ میں تازیست اپنی ماہوار آمد کا ۱/۱۰ حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا رہوں گا۔ اور یہ بھی بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان وصیت کرتا ہوں۔ کہ میری جائداد جو بوقت وفات ثابت ہو۔ اس کے دسویں حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہو گی۔ اور اگر میں کوئی روپیہ ایسی جائداد کی قیمت کے طور پر داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان میں کر دوں۔ تو اس قدر روپیہ اس کی قیمت سے منہا کر دیا جائیگا۔

گواہ شد:۔ غلام حسین چوہدری سکرٹری انجمن احمدیہ منٹگمری۔

العبد:۔ برکت علی بقلم خود حال پٹواری نہر چک ۷/5.L منٹگمری

گواہ شد:۔ فیض محمد کلرک دفتر ڈپٹی کمشنر بہادر منٹگمری۔

۴۸۲۲ منکہ برکت بیگم زوجہ مرزا قدرت اللہ صاحب قوم کشمیری عمر ۴۰ سال تاریخ بیعت ۲۷؍مئی ۱۹۰۸ء ساکن قادیان ضلع گورداسپور بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج ۶/۳/۳۷ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں:۔

میری موجودہ جائداد ایک ہزار روپیہ حق مہر ہے جو کہ میں اپنے خاوند سے لے چکی ہوں۔ اور دو ہزار نقد میرے پاس موجود ہے۔ اس کل -/۳۰۰۰ روپیہ کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی ہوں۔ میری وفات پر اگر کوئی جائداد اس کے علاوہ ثابت ہو تو اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہو گی۔ اگر میں اپنی زندگی میں اس تین ہزار کا ۱/۱۰ حصہ صدر انجمن احمدیہ قادیان میں داخل کر دوں۔ تو وہی ادائیگی مقصود ہو گی۔

گواہ شد:۔ مرزا قدرت اللہ بقلم خود۔

العبد:۔ برکت بیگم موصیہ ۶/۳/۳۷

گواہ شد:۔ میمونہ صوفیہ بقلم خود۔

——دہلی۔ ۱۹؍مارچ۔ معتبر ذرائع سے معلوم ہوا ہے۔ کہ پنجاب کے نئے گورنر سر ہنری کریک اپنے مختصر عہد گورنری کی کامیابی کا معیار مسئلہ شہید گنج کو خوش اسلوبی سے حل کرنا سمجھتے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے ابھی سے اس سلسلہ میں غور و فکر شروع کر دی ہے اور آپ نے سنٹرل اسمبلی کے بعض ممبروں سے بے ضابطہ طور پر اس بارے میں تبادلہ خیالات بھی کیا ہے۔ یقین کیا جاتا ہے۔ کہ آپ لاہور پہنچ کر اس مسئلہ کا حل تلاش کرنے کے لئے جو بلا وجہ طول پکڑتا جاتا ہے۔ سب فرقوں کے لیڈروں کی ایک گول میز کانفرنس منعقد کریں گے۔

——بیت المقدس ۲۸؍مارچ۔ تازہ ترین اطلاعات سے پایا جاتا ہے۔ کہ فلسطین میں پھر حملوں کا سلسلہ شروع ہو گیا ہے۔ چنانچہ کل عیسائیوں کے قبرستان کے قریب ایک جرمن عیسائی اور ایک اور شخص کو گولی سے ہلاک کر دیا گیا۔

——حیفہ کی تازہ اطلاع ہے۔ کہ وہاں بھی ایک یہودی